ایڈیٹر:- ظفر احمد سرور

عشق کی کرشمہ سازیاں

عشق است کزیں دام بیک دم برہاند

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

کس بہر کسے سر ندہد جاں نفشاند — عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

کوئی کسی کے لئے سر نہیں کٹواتا نہ جان قربان کرتا ہے — عشق ہی ہے جو یہ کام بڑی وفاداری سے کروا دیتا ہے

عشق است کہ در آتش سوزاں بنشاند — عشق است کہ برخاکِ مذلت غلطاند

عشق ہی ہے جو بھڑکتی آگ میں بٹھا دیتا ہے — عشق ہی ہے جو ذلت کی خاک پر لٹا دیتا ہے

بے عشق دلے پاک شود من نہ پذیرم — عشق است کزیں دام بیک دم برہاند

میں نہیں مان سکتا کہ بغیر عشق کے دل پاک ہو سکتا ہے — عشق ہی ہے جو یکدم قید سے رہائی دلا دیتا ہے

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴)

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by **The Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.**
2141 Leroy Place, N.W., Washington DC 20008. Ph: (202) 232—3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Athens, OH 45701

Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

ارشاداتِ عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آج ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے ہر طرح ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی

وہ سب لوگ جو آخیر تک صبر کرینگے فتحیاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے

جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہوسکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے

خدا نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ میں آخر کار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کردوں گا

"اے میرے دوستو! جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہوجائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔ اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر ایک جو زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۸۲۵ طبع اوّل)

"مبارک وہ جو خدا کی بات پر یقین رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اور وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو آخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کیساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔"

(الوصیت)

"اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا، کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کردیا جو مجھے ضائع کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پروا نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا، کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کردے گا، کبھی نہیں کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ ہوں اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پُشت من   آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ

باقی صفحہ ۱۲ پر

تقویٰ وہ بنیاد ہے جس پر جماعت احمدیہ کی ہزاروں سال کی عمارت تعمیر ہونی ہے

تقویٰ کی جڑ نیتوں میں ہے اور تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہوا کرتا ہے

شادی بہت سے دنیاوی مناصب اور مزہبوں کے لئے بھی ہوسکتی ہے لیکن نصیحت یہ ہے کہ شادیاں دین کی خاطر کیا کرو

اگر نیتوں میں جہنم کی آگ ہوگی تو اعمال بھی آگ کی وہ بھٹی بن جائیں گے کہ جو ان میں پڑے گا جہنم میں مبتلا ہو جائے گا

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) بتاریخ ۹ ظہور ۱۳۷۰ ہش (۹ راگست ۱۹۹۱ء)
بمقام بیت الفضل۔ لندن

حضور انور نے فرمایا :۔

تقویٰ کے موضوع کی اہمیت

"گذشتہ ایک لمبے عرصے سے جو تقریباً ۶ ماہ پر پھیلا پڑا ہے نماز کے موضوع پر خطبات کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ سلسلہ بند ہونے کے بعد کل میں سوچ رہا تھا کہ اب کس موضوع پر کل کا خطبہ دوں تو اس قسم کا کچھ خلا محسوس ہوا کہ جیسے اچانک چلتے چلتے رہٹ کھڑا ہو جائے تو ایسی خاموشی ہوتی ہے جس میں خیالات بھی خاموش ہو جاتے ہیں۔ تو رات دعا کر کے سویا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی جس موضوع پر چاہے وہ خطبہ دلا دے میرے ذہن میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ صبح آنکھ اس حالت میں کھلی کہ حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کا تقویٰ سے متعلق ایک شعر بڑے زور سے زبان پر جاری تھا۔ اس پر مجھے یہ سمجھ آئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہے کہ تقویٰ کا مضمون کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس کا کبھی بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر جماعت احمدیہ کی آئندہ ایک سو سال کی نہیں بلکہ ہزاروں سال کی عمارت تعمیر ہونی ہے۔ اس لئے اس موضوع پر مزید خطبات کی ضرورت ہے۔

اس پہلو سے حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کے اس شعر سے روشنی پاتے ہوئے کہ ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

تقویٰ کی جڑ نیت میں ہے

میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ تقویٰ کی جڑ نیتوں میں ہوتی ہے اور اس پر میرا ذہن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس حدیث کی طرف چلا گیا جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ (۔) تمام اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے۔ یہ درحقیقت ایک ہی مضمون ہے لیکن طرزِ بیان مختلف ہے، اظہارِ حقیقت مختلف لفظوں میں ہوا ہے لیکن بعینہٖ ایک ہی مضمون ہے جو بیان ہو رہا ہے۔ ہر انسان کے ہر عمل کی جڑ اس کی نیت میں ہوتی ہے۔ پس اگر وہ جڑ تقویٰ ہو تو اس کے اعمال کی تمام تر عمارت خواہ وہ ثریا تک جا پہنچے وہ خدا کے حضور مقبول اور حسین ہوگی۔ ایک خوبصورت اور دلکش اور پائیدار عمارت تعمیر ہوگی۔ اور اگر نیتوں کی جڑ میں نقص پیدا ہو جائے تو پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر عمارت کے تصور کو چھوڑ کر جڑ کے تصور سے درخت کی مثال آپ اپنی نظر کے سامنے لائیں تو جو جڑ بیمار ہوتی ہے اس کا تنا بھی بیمار ہوتا ہے، اس کے پتے بھی بیمار ہوتے ہیں۔ اس کے پھل بھی بیمار ہوتے ہیں اور بیمار جڑوں والے درخت کو آپ جو چاہیں کر لیں اس کا علاج ممکن نہیں۔ سوائے اس کے کہ اسے جڑوں سے اکھیڑ پھینکا جائے۔ یا ایسی دوا دی جائے جو جڑوں میں اتر کر جڑوں کی بیماری کا کچھ علاج کرے۔ مجھے زمینداری میں بارہا ایسا تجربہ

ہوتا ہے کہ پودوں کو درختوں کی بہت سی ایسی بیماریاں ہیں جو پتوں پر، پھلوں پر، شاخوں پر حملہ کرتی ہیں اور ان کا علاج ممکن ہے۔ لیکن ایسا درخت جو کونپلوں سے سوکھنا شروع ہوتا ہے اور نیچے کی طرف اس کی بیماری کا عمل حرکت کرتا ہے۔ یعنی کناروں سے شروع ہو کر نیچے کی طرف۔ تو ایسے درخت ہمیشہ جڑوں کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور جب تک جڑ کی فکر نہ کی جائے اس درخت کا کوئی علاج ممکن نہیں۔ پس اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی فرمودہ نصیحت جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ (تمام اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے)۔ اس کو پیشِ نظر رکھ کر میں آپ سے آج کچھ خطاب کروں گا۔

یہ حدیث مختلف کتب میں مروی ہے، کہیں چھوٹی، کہیں کچھ بڑی۔ میں نے جو حدیث لی ہے وہ بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے اخذ کی ہے اور یہ پوری حدیث اس طرح بیان ہوئی ہے کہ (-) اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں (یعنی تمام روایات کا سلسلہ چھوڑتے ہوئے آخری راوی سے اصل مضمون کا ترجمہ بیان کر رہا ہوں، چونکہ یہ روایت حضرت عمرؓ نے منبر پر عام خطاب میں بیان فرمائی۔ پس آپ کی روایت یہ ہے) کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا: سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔ پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی اور ان کی خوشنودی کے لئے اپنے وطن اور خواہشات کو ترک کر دیا۔ اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہو گی لیکن جس نے دُنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ہجرت کی تو اس کی ہجرت کی غرض خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی وہی قرار پائے گی جو اس کی اپنی نیت ہے اور اسے ثواب میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا یعنی اپنی نیت کا پھل جیسی بھی وہ نیت ہے اس کے مطابق اس کو ملے گا۔

اس حدیث کا اطلاق انسان کی ساری زندگی پر، اس کے تمام خیالات پر اور اس کے تمام اعمال پر ہوتا ہے۔ بہت ہی وسیع مضمون سے تعلق رکھنے والی حدیث ہے اور انسانی نفسیات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ انسانی نفسیات کی وہ جڑھ ہے جس کو اگر پکڑ لیں تو ہر انسان کی نفسیات کی اُلجھن اس سے حل ہو سکتی ہے اور درحقیقت ماہرینِ نفسیات اسی جڑھ کی تلاش میں نفسیات سے متعلق محنت اور جدوجہد کرتے ہیں اور مختلف مریضوں سے سوالات کرتے کرتے بالآخر ان کی تلاش جڑھ کی تلاش ہوتی ہے کہ یہ شخص کیسے بیمار ہوا تھا۔ آغاز کیسے ہوا تھا۔ دماغ میں وہ پہلا فتور کیسے پڑا تھا جس کے نتیجے میں یہ اتنی پیچیدہ بیماری لاحق ہوئی اور بیماری کے آغاز کا جو آخری نقطہ ہے وہ نیت کے آغاز کا نقطہ ہوا کرتا ہے۔ اس سے آگے پھر سارا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پس انسانی زندگی بہت ہی COMPLEX زندگی ہے۔ بہت ہی اُلجھی ہوئی اور پیچیدہ زندگی ہے اور اگر آپ بیرون سے انسانی خیالات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کریں تو بہت مشکل کام ہے اور باہر سے کسی شخص کی نیت تک پہنچنا اگر ممکن بھی ہو تو اس کا اس حد تک جواز نہیں ہے کہ کوئی انسان اپنے تجزیے کو کسی دوسرے پر ٹھونس سکے۔ پس اس مضمون پر غور کرتے ہوئے یہ نکتہ سمجھ آتا ہے کہ یہ سفر ہر انسان کو خود اختیار کرنا ہو گا۔ اپنی نیتوں کا خدا کے بعد سب سے زیادہ انسان خود واقف ہوتا ہے۔ جب وہ غیروں کے سامنے اپنے ارادے بیان کرتا ہے تو ہمیشہ پیچ و خم کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ ہمیشہ ان کو خوبصورت لباس میں ڈھانپ کر پیش کرتا ہے۔ شاذ ہی کوئی ایسا انسان ہو جو اپنے ارادوں کو من و عن اسی طرح کسی کے سامنے رکھ دے ورنہ یہ انسانی فطرت ہے کہ اپنی نیت کو چھپاتا ہے۔ جس طرح جڑ کو مٹی سے ڈھانپا جاتا ہے اسی طرح انسان بھی اپنی نیتوں کو جو پہلے ہی اندر چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ مزید مٹی سے ڈھانپنے کی کوشش کرتا ہے اور اسی کے نتیجے میں دُنیا کے تعلقات میں اکثر فتور واقع ہوتے ہیں بلکہ تمام تر فتور کہنا چاہیئے۔ ایک بھی انسانی تعلقات میں خلل ایسا نہیں، ایک بھی انسانی تعلقات کا فساد ایسا نہیں جس کی بنیاد نیت پر نہ ہو اور نیت میں اگر تقویٰ شامل نہ رہے تو پھر جو بھی درخت اس سے پیدا ہو گا جو بھی نشوونما پائے گا۔ جو درخت بھی پھل دے گا وہ سارے پھل کڑوے اور گندے ہوں گے۔

شادی بیاہ میں نیت کی مثال

اس مضمون کو عمومی رنگ میں بیان کرنے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ اب انسانی تعلقات کے مختلف چھوٹے چھوٹے دائروں میں اسی مضمون کا اطلاق کر کے آپ کو دکھاؤں اور آپ کو بتاؤں کہ کس طرح تقویٰ کے فقدان کے نتیجے میں انسانی تعلقات فسادات کی نذر ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس ارشاد میں ایک مثال نکاح کی دی ہے کہ ایک مرد ایک عورت کی نیت لے کر سفر کرتا ہے۔ یعنی نیتوں کے سفر میں ایک عورت کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ وہی عورت اس کا مقصود ہے لیکن یہ مضمون چونکہ بہت ہی گہرا اور وسیع ہے اس لئے اس مثال کو سطحی نہ سمجھیں۔ اس کے اندر انسانی تعلقات کے دائرے کا ایک بہت ہی وسیع حصہ زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ عورت کی طرف، انسانی سفر کیسے ہوتا ہے؟ اور کیا وہ ایک ایسی نیت ہے جو ہر شخص میں مشترک ہوتی ہے یا نیتوں میں فرق ہوتا ہے۔ اس مضمون پر اگر آپ غور کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ایک اور ارشاد ذہن میں آتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ جب تم شادی کی نیت کرتے ہو تو وہ شادی دُنیاوی مناصب اور مرتبوں کی خاطر بھی ہو سکتی ہے

خاندانی منصب اور خاندانی وقار اور وجاہت کی خاطر بھی ہو سکتی ہے۔ اموال کی خاطر بھی ہو سکتی ہے اور وہ شادی حسن کی خاطر بھی ہو سکتی ہے لیکن وہ شادی دین کی خاطر بھی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے تمہیں میری نصیحت یہ ہے کہ اپنی شادی دین کی خاطر کیا کرو۔

اب اس مضمون میں جو چار باتیں بیان فرمائی گئی ہیں ان پر اگر آپ مزید غور کریں تو اور پھیل جاتی ہیں اور یہ مضمون بہت زیادہ وسیع ہو جاتا ہے کیونکہ شادی کے معاملے میں نیتوں کا سفر صرف لڑکا یا لڑکی نہیں کرتے بلکہ ان کے ماں باپ بھی کرتے ہیں۔ ان کی بہنیں بھی کرتی ہیں۔ ان کا معاشرہ بھی کرتا ہے اور یہ سفر بظاہر ایک لڑکی کی طرف ہوگا یا ایک لڑکے کی طرف ہوگا۔ لیکن اس میں ایک قافلہ شریک ہو جاتا ہے اور ہر ایک اپنے رُخ کو دوسروں پہ نافذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ گویا ایک قسم کی رسّہ کشی شروع ہو جاتی ہے۔ والدہ چاہے گی کہ میرے مزاج اور میری مرضی کے مطابق بہو گھر میں آئے۔ والد اپنی سوچ کے مطابق یہ کہے گا کہ مجھے تو اس قسم کی بہو چاہیئے۔ بہنیں بھائی کے لئے اپنا ایک تصور جمائے ہوئے ہوں گی اور بھائی (کم سے کم ہمارے معاشرے میں) بیچارا سب سے آخر پر آتا ہے، جس کی خواہشات، جس کی تمنائیں خاندان کی چوکھٹ پر قربان ہونے کے لئے تیار رہتی ہیں اور والدین اکثر اپنی مرضی کو بیٹیوں پر بھی ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں، بہنیں بھی ایسا کرتی ہیں لیکن لڑکیوں کے معاملے میں تو نسبتاً زیادہ یہ زبردستی کی جاتی ہے اور ناحق بچی کے حق میں مداخلت کی جاتی ہے لیکن آگے پھر لڑکے کی اور لڑکی کی اپنی تمنائیں اور آرزوئیں ہیں۔ وہ بھی مختلف ہو سکتی ہیں تو بیماریاں ایک سے زائد ہیں اور ایک سے زیادہ جگہ جڑ پکڑتی ہیں۔ اب اس ساری صورتِ حال کو پیش نظر رکھ کر اس مثال کو میں بعض جگہ مزید واضح کرتا ہوں۔ اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ بعد ازاں

جب رشتوں میں خلل واقع ہوتے ہیں تو ان کا آغاز کیسے ہوا تھا۔ بعض عورتیں اپنی جہالت میں یہ سمجھتی ہیں کہ بہو ایسی آنی چاہیئے جس کو ہم جوتی کے نیچے رکھیں اور ہمیشہ اس کو زیر دستی تابع فرمان رکھیں۔ اور وہ صرف خاوند کی خدمت نہ کرے بلکہ خاوند کے باپ کی بھی خدمت کرے، اس کی ماں کی بھی خدمت کرے۔ اس کی بہنوں کی بھی خدمت کرے اور پھر اس سے آگے قدم بڑھا کر وہ کہتی ہیں کہ بہو کے سامنے خاندان کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ نیچے رہیں۔ ان کو معلوم رہنا چاہیئے اور یہ احساس ہمیشہ ان کے دل میں جاگزیں رہنا چاہیئے کہ انہوں نے کرم کر کے ہمیں بیٹی دی ہے، اگر ہم نہ چاہتے تو ان کی بیٹی کو قبول نہ کرتے ہم نہ پوچھتے تو اور کس نے پوچھنا تھا۔ رشتے کے انتظار میں اتنی دیر سے بیٹھے ہوئے تھے اس لئے ان ساری باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ بیٹی ہی نہیں بلکہ بیٹی کا سارا خاندان بیٹے والے کے خاندان کے سامنے جھک جائے اور اس کے ساتھ پھر دماغ میں مزید مطالبے بھی آجاتے ہیں بعض مائیں کہتی ہیں کہ ہمارا بیٹا ہے (جیسا اللہ نے چاہا) اچھا تعلیم یافتہ ہے ڈاکٹر ہے، اس کو ایسی بیٹی ملنی چاہیئے جو اس کی ڈاکٹری تعلیم کا کچھ مزید انتظام کرے یورپ کے سفر کا انتظام کرے، امریکہ کے سفر کا انتظام کرے اور خواہ اس کے ماں باپ اپنی جائیداد بیچیں، اپنے زیور بیچیں، اپنے داماد کے مستقبل کو روشن تر کرنے کے لئے وہ اپنے گھروں کے دیئے بجھا دیں لیکن ان کا فرض ہے کہ وہ ایسا ضرور کریں۔ پھر بعض ساسیں یہ تصور جمائے رکھتی ہیں کہ ان کی بہو ایسی آئے جو دولت سے گھر بھر دے۔ ایک کار بھی لے کر آئے۔ فریج بھی لے کر آئے۔ جوڑے لائے اپنی ساس کے لئے بھی، اپنی نندوں کے لئے بھی، ان کے رشتے داروں کے لئے بھی اور ہم کسی کو بتا تو سکیں کہ کس قسم کی بہو ہمارے گھر آرہی ہے۔

اس قسم کی جاہل عورتیں ہیں جو اس دنیا میں بھی نہ صرف اپنی نسل کے لئے بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے جہنم پیدا کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہیں اور یہی وہ جاہل عورتیں ہیں جو اپنی نسل کو خود جہنم میں جھونکتی ہیں۔ وہ مائیں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے پاؤں تلے جنت ہے۔ وہ یہ مائیں نہیں۔ یہ وہ مائیں ہیں جو ایسی بدنصیب ہیں کہ جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے جنت کی خوشخبری یا جنت کی تمنا کی لیکن اس کے باوجود ان کی بدبختی ان کے پاؤں تلے سے ان کی اولاد کے لئے جہنم پیدا کرنے کا موجب بن گئی اور سارے معاشرے کو دکھوں سے بھر دیا۔ ایسے تصور والی عورتیں شاذ کے طور پر نہیں ملتیں بلکہ بڑی بھاری تعداد میں آج دنیا میں موجود ہیں۔ پاکستان کے اخبارات میں ہندوستان کی بعض مظلوم لڑکیوں کا تو ذکر ملتا ہے جو جہیز نہ ملنے کے نتیجہ میں زندہ جلا دی گئیں لیکن پاکستان میں لاکھوں، کروڑوں ایسی بدنصیب لڑکیاں ہیں جو زندہ جلا نہیں دی جاتیں تو زندہ درگور کر دی جاتی ہیں۔ ان کی ساری زندگی جہنم بن جاتی ہے۔ اور ان کے والدین کی بھی۔ تو نیتوں سے دیکھیں کس قدر بڑے فساد واقع ہوتے ہیں اور یہ فسادات پھر آگے بہت سے فسادات پہ منتج ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسی بچیوں کی طلاقیں ہوتی ہیں اور پھر ان کے بچوں کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر مقدمہ بازیاں شروع ہوتی ہیں، احمدی معاشرے میں تو نہیں مگر غیر احمدی معاشرے میں قتل و غارت تک بات پہنچتی ہے اور مسلسل گھر برباد ہو رہے ہیں اور مسلسل پھر اس بربادی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس جہنم کا سفر نیت سے شروع ہوا تھا اور نیتوں کی اینٹوں سے یہ سڑک تعمیر ہوتی اور اسی پر چلتے ہوئے یہ خاندان کے خاندان اور ان کی نسلیں جہنم وارد ہونے کا سفر اختیار کرتی ہیں اور کسی کو ہوش نہیں آتی۔ پس نیت کا فتور ہے جو سب سے زیادہ خطرناک چیز ہے۔ اسی نیت

کو آپ نقویٰ سے بھردیں تو یہی زندگی جنت بن جاتی ہے۔

ایک مثالی ساس کا ذکرِ خیر

اس کے برعکس بعض مائیں ایسی ہوتی ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، وہ اپنی بہو کے لئے نیک گُن چاہتی ہیں نیک گُن سے مراد ہے۔ نیک اخلاق، دیندار، شریف الطبع، اور میں جانتا ہوں بہت سی ایسی

مائیں ہیں جو پیغام بھیجتی ہیں کہ ہمیں آپ کی کوئی چیز نہیں چاہیئے۔ ہمیں آپ کی بیٹی سے پیار ہے بہت نیک فطرت ہے۔ سعید فطرت ہے۔ اچھی ہے ہمارے بیٹے کے لئے بھی اچھی ہوگی، اپنی اولاد کے لئے بھی اچھی ہوگی اس لئے آپ جس طرح چاہیں اس بیٹی کو رخصت کردیں۔ ہمیں اور کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں اور پھر اس بیٹی کو بڑی چاہت کے ساتھ گھر میں لاتے ہیں چاہت کے ساتھ رکھتے ہیں۔ اس سے ایسا حُسنِ سلوک کرتے ہیں کہ وہ بیٹی ان پر فدا ہونے لگتی ہے۔ بہت سے ایسے واقعات میرے علم میں ہیں۔ ایسی ساسیں جن کی بہوئیں ان کو دعائیں دیتی ہیں اور ان کا گھر خدا کے فضل سے جنت نشان بن جاتا ہے۔ ایسی ہی ایک نیک خاتون ابھی کچھ عرصہ پہلے لاہور میں فوت ہوئیں۔ ہمارے منیر جاوید صاحب جو جلسہ سالانہ میں بڑی اچھی آواز میں نظم پڑھا کرتے تھے ان کی والدہ ہیں۔ ان کی بہو مجھے ملنے آئی تو ذکر کرتے ہی اس قدر روئی، اس قدر اس کی آواز گلوگیر ہوئی کہ منہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔ میں حیران تھا کہ ساس فوت ہوئی ہے اور اتنا عرصہ بھی گزر گیا دو یا تین مہینے، جتنے بھی تھے یہ کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی وہ کیسی ساس تھی۔ اس نے مجھے ماؤں سے زیادہ پیار دیا ہے اور میری کمزوریوں کو اس طرح نظر انداز کرتی تھی جیسے مجھ میں کوئی کمزوری کبھی تھی ہی نہیں اور اس کی وجہ سے میری ساری زندگی اس کے لئے دعا بن گئی ہے اور میں ہمیشہ اس کو دعا میں یاد رکھوں گی، آپ بھی اس کے لئے دعا کریں۔ ایسی ساسیں خدا کے فضل سے دنیا میں اور بھی ہیں اور مجھے سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی بہو ملاقات کے دوران اپنی ساس کا ذکر کرتی ہے تو محبت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں جرمنی میں ملاقاتوں کے درمیان بھی ایک بہو ملی تو اس سے میں نے پوچھا کہ تمہاری ساس کا کیا حال ہے؟ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ زندہ ساس ہے۔ اس کی وفات کا صدمہ نہیں تھا بلکہ محبت کی وجہ سے، اس نے کہا کہ آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ کیسی احساس کرنے والی ساس ہے کس طرح اس نے مجھے پیار دیا ہے۔ اسی کی برکت ہے کہ ہمارا گھر جنت بن گیا ہے۔ ایسی ساسیں یقیناً وہ مائیں ہیں جن کے متعلق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے خبر دی کہ ان کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔

نیتوں میں جہنم اعمال کو آگ کی بھٹی بنا دیتی ہے

پس ایک عورت کی نیتوں کا سفر آپ دیکھیں۔ اس کا پہلا قدم فیصلہ کرتا ہے کہ میں نے اور میری اولاد نے جہنم کی طرف جانا ہے یا جنت کی طرف جانا ہے کتنا گہرا ارشادِ نبویؐ ہے۔ حکمتوں کے سمندر کو ایک کوزے میں بند فرما دیا ہے۔ ساری انسانی زندگی کے تمام نفسیاتی مسائل کو حل فرما دیا۔ جب فرمایا (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) یاد رکھنا تمہارے اعمال تمہاری نیتوں سے تشکیل پائیں گے۔ اگر تمہاری نیتیں جنت نشان ہوں گی تو تمہارے اعمال جنت نشان بنیں گے۔ اگر تمہاری نیتوں میں جہنم

کی آگ ہوگی تو تمہارے اعمال بھی آگ کی وہ بھٹی بن جائیں گے جو ان میں پڑے گا وہ بھی جہنم میں مبتلا ہوگا اور جن کے وہ اعمال ہوں گے وہ بھی اسی بھٹی میں جلیں گے۔ پس نیتوں میں فتور نہ ہونے دیں اور اسی سے ہمارے معاشرے کو جنت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ پھر اسی طرح والدہ ہے اس کی نیتوں کا

بھی بہت حد تک دخل ہوتا ہے۔ بعض والد چاہتے ہیں کہ ایسا رشتہ ملے جس کے نتیجے میں بیٹے کو نوکریاں اچھی مل جائیں۔ حسب نسب کے خاندانی تعلقات ایسے ہوں کہ اس کے نتیجے میں عزت اور مرتبہ بلند ہو۔ ایسا رشتہ ملے جس کے نتیجے میں اس کو جرمنی یا انگلستان یا امریکہ میں رہائش نصیب ہو جائے۔ غرض کہ کئی قسموں کے نیتوں کے فتور ہیں جو ایسے گروہ اپنے خاندان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی طرح خاوند کی بہنیں یعنی نندیں ہیں وہ بھی اپنا ایک تصور جمائے رکھتی ہیں۔ اور عموماً عورتوں کے تصور میں آنے والی پر حکومت کا تصور شامل رہتا ہے۔ پھر اس کے برعکس بھی صورت ہے۔ بعض بیٹیوں کو رخصت کرنے سے پہلے ان کی مائیں، ان کی بہنیں، ان کے عزیز ان کے کان میں کئی قسم کی باتیں پھونکتے ہیں ان کو کہتے ہیں خبردار ہو، دب کر نہیں رہنا۔ کوئی ایک بات کرے تو دس جواب دو، ایسی تیسی کوئی تمہارے دوپٹے پر ہاتھ ڈالے تو اس کی چوٹی پر ہاتھ ڈال دو اور اس طرح دیکھتے رہو کہ شروع سے ہی سارا خاندان تمہارے نیچے لگ جائے اور پھر بیٹیوں کو سمجھانے کے لئے مسلسل کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ بیٹیوں کو گھر بلایا جاتا ہے اور ان کو سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو تمہاری ساس نے یہ بات

کی، تمہاری نند نے یہ بات کی۔ ایسا فساد ڈالو کہ خاوند ان کی گردنیں پکڑ پکڑ کر ان کو گھروں سے نکالے اور یا یہ دیکھو کہ خاوند کہیں اپنے ماں باپ پر، اپنے بھائیوں پر اپنے عزیزوں پر خرچ تو نہیں کررہا۔ اگر وہ کررہا ہے تو اس کے ہاتھ روکو۔ یہ تمہاری اولاد کا حق ہے جو وہ دوسروں کو دے رہا ہے۔ غرضیکہ کئی قسم کی کانفرنسیں ہورہی ہوتی ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھ رہے ہوتے کہ وہ بیٹی کے لئے جنت نہیں بلکہ جہنم بنا رہے ہیں۔ پس قصور محض ایک طرف کا نہیں۔ قصور بعض دفعہ دونوں طرف کا اور بعض دفعہ ایک طرف کا ہوتا ہے لیکن ہر دفعہ قصور نیت کا قصور ہوتا ہے اور نیتوں کا جو فتور ہے وہ دنیا میں یا جنت بن کر نکلتا ہے یا جہنم بن کر نکلتا ہے۔

پس اپنے بیاہ شادی کے معاملات کو طے کرتے ہیں سب سے پہلے اپنی نیتوں کا محاسبہ کرنا چاہیئے ۔ تبھی قرآن کریم کی ایک آیت جس میں اس مضمون کو بیان فرمایا گیا ہے، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے نکاح کے موقع پر تلاوت کے لئے چُنی اور وہ تین آیات جو نکاح کے موقع پر تلاوت فرمایا کرتے تھے ان میں ایک یہ آیت بھی داخل ہے کہ (۔) (سورہ الاحزاب آیت ۷۱،۷۲) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ (۔) اور سیدھی بات کہو۔ یہاں سچی بات کا محاورہ استعمال نہیں بلکہ سیدھی بات کا محاورہ استعمال ہوا ہے۔ اور اس پر جہاں تک میں نے غور کیا ہے سوائے اس کے کچھ سمجھ نہیں آتی کہ جو نیت میں ہے وہ بات بتایا کرو۔ اس پر پردے ڈھانپ کر بات نہ کیا کرو۔

پیچ ڈال کر سچ بولنے کی اجازت صرف جنگ میں ہے ۔

دو قسم کے قول ہوتے ہیں۔ ایک پیچ والا قول ہے۔ اس میں بعض دفعہ جھوٹ نہ بھی بولا جائے تو پیچ ڈال کر بات کی جاتی ہے اور اگلے کو کچھ سمجھ نہیں آتی تو یہ نہیں فرمایا کہ سچ بولو۔ کیونکہ بعض دفعہ سچ بھی ایسا بولا جاتا ہے کہ جس کے نتیجے میں مخاطب صحیح بات کو سمجھ نہیں سکتا اور جنگ کے موقع پر اسی قسم کا سچ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے خُدعہ قرار دیا یعنی اگر وہ جھوٹ ہوتا تو ہرگز انبیاء اس طرزِ عمل سے کام نہ لیتے۔ رہتا سچ ہے مگر جنگ کے دوران جائز ہو جاتا ہے اور اس تھوڑے سے بھیس بدلے ہوئے سچ کا نام خدعہ ہے یعنی ہے تو سچ مگر اس نے لباس ایسا اوڑھ لیا ہے کہ جس کے نتیجہ میں دوسرے شخص کو غلط خبر ملتی ہے اور اس میں کہنے والے کا قصور نہیں۔ بلکہ اس کی ذہانت کو داد ملتی ہے۔ ایک موقع پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جب غزوہ کی حالت میں تھے یعنی ایک غزوہ کے لئے دشمن سے مٹھ بھیڑ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو رستے میں ایک ایسا شخص آپ کو ملا جو ایک ایسے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا جس کے متعلق خطرہ تھا کہ اگر وہ آپ کی منزل کا رُخ بھانپ گیا تو دشمن کو مطلع کر دے گا اور اس کے نتیجہ میں جنگ میں (اچانک پن) SURPRISE کا جو ELEMENT (عنصر) ہوتا ہے۔ یعنی تعجب کے نتیجہ میں دشمن کو زیر کرنا وہ ہاتھ سے جاتا رہے گا تو اس پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جو سب سچوں سے بڑھ کر سچ بولنے والے اور سب سچوں کے سردار تھے آپ نے اس شخص کو مخاطب کر کے ایک جگہ کا رستہ پوچھا۔ اس جگہ جانا نہیں تھا۔ نہ یہ فرمایا کہ ہم وہاں جانا چاہتے ہیں بلکہ انسان کسی جگہ کا رستہ پوچھ لے۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ اس جگہ کا رستہ پوچھا اور آگے گزر گئے۔ بعد میں جب جانثاروں نے پتہ کیا کہ یہ کیا بات تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو ایک جگہ کا رستہ پوچھا ہے۔ اب اس کا اندازہ ہے وہ چاہے تو یہ اندازہ لگائے کہ ہم ادھر جانا چاہتے ہیں اور پھر فتنہ پیدا کرنے کی خاطر دشمن کو بے شک اس کی اطلاع کر دے، ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں تو ذہانت بعض دفعہ سچائی پر ایک لباس اوڑھا دیتی ہے اور جنگ کے دوران یہ نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہو جاتا ہے اور اسے خدعہ کہا جاتا ہے مگر بیاہ شادی کے نام تعلقات میں خدا تعالیٰ اس کو بھی پسند نہیں فرماتا بلکہ سختی سے اس سے منع فرماتا ہے اور یہ وہ آیت ہے جس نے اس موضوع کو آپ کے سامنے کھول کر رکھا کہ (۔) (اے ایمان والو!) تم بیاہ شادی کے لئے ایک دوسرے کی طرف روانہ ہو رہے ہو۔ رشتے ڈھونڈ رہے ہو۔ رشتے طے کر رہے ہو، ایک بات یاد رکھنا کہ سیدھی بات (سچی بات نہیں، سیدھی بات) کرنا۔ سیدھی بات وہ جو دل سے اٹھتی ہے اور دل تک پہنچے، اس میں کوئی خم نہ ہو، کوئی فریب نہ ہو، دل کی جو بات ہے وہ بعینہٖ ویسی بیان کر دو جس قسم کی تمہاری لڑکی ہے اسی قسم کی لڑکی بیان کرو تاکہ دیکھنے والے کو کسی قسم کا دھوکہ نہ لگے کہ اس لڑکی میں ایک یہ بھی نقص رہ گیا تھا جو ہمارے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ یہی حال لڑکوں کا ہوتا ہے۔

نیتوں کے فتور کا ایک تماشہ

اس ضمن میں نیتوں کے فتور کا ایک اور بھی تماشہ ہے جو اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ دونوں طرف کے لوگ اس نیت سے چلتے ہیں کہ دوسرے کی کرید کریں اور دونوں طرف کے لوگ اس نیت سے چلتے ہیں کہ وہ اپنی کرید نہ ہونے دیں۔ اب یہ قولِ سدید تو درکنار ٹیڑھے پن کی بدترین صورت ہے۔ لڑکے والے کے رشتہ دار مائیں بہنیں وغیرہ اس نیت سے سفر کرتی ہیں کہ لڑکی کے اندر کوئی پرانی مرض بھی کبھی پیدا ہوئی ہے، کبھی بچپن میں آنکھوں کا ٹیڑھ ہوا ہو یا کوئی ایسی بات ہو تو وہ بھی ہمارے علم میں آجائے تو ہم سنبھال کر رکھیں اور جب چاہیں ان کو طعنہ دے سکیں اور جہاں تک اپنی طرف کا تعلق ہے اس میں ہر بات پر پردہ ڈالا ہوا ہوتا ہے اور اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ معاملات طے کئے جاتے ہیں۔ نہ ادھر قولِ سدید نہ اُدھر قولِ سدید۔ اس کے نتیجہ میں کیا ہوگا۔ قرآنِ کریم نے اس مضمون کو یوں کھولا (۔) تم سیدھی بات کرو گے تو اعمال کی اصلاح ہوگی ورنہ اعمال کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ورنہ فساد بڑھتا چلا جائے گا پس اگر دونوں طرف کچھ کمزوریاں بھی ہوں لیکن اگر بات سیدھی کہی جائے اور صاف اور کھلی کھلی بات کہی جائے تو ان کمزوریوں کے دور ہونے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں اور اصلاح کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر کمزوریوں پر پردہ ڈال دیا جائے اور قول سدید سے کام نہ لیا جائے تو اصلاح کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصلاح تو اعتراف کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ ایک انسان اپنے کسی نقص کا اعتراف کرتا ہے دیکھتا ہے کہ اس میں وہ کمزوری ہے۔ اس کے نتیجہ میں اس کے نفس کے اندر شرمندگی کا ایک احساس پیدا ہوتا

ہے۔ اگر وہ اس کمزوری کو دوسروں کے سامنے بھی رکھ دیتا ہے تو نہ صرف مزید شرمندگی کا احساس بلکہ یہ ایک ارادہ دل میں پیدا ہو جاتا ہے کہ میں اس کو دُور کرنے کی کوشش کروں۔ اب تو غیر بھی اس کے واقف ہو گئے ہیں۔ پس کچھ لوگ اپنے نقائص کچھ عرصے تک چھپائے پھرتے ہیں، کچھ عرصے کے بعد وہ دکھائی دینے لگتے ہیں تو زیادہ سنجیدگی سے ان کو توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ میرے پاس کئی قسم کے جلدی مریض آتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک برص کا مریض تھا اس نے مجھے کہا کہ جی! برص تو ہے لیکن کوئی ایسی بات نہیں کپڑوں کے اندر ہی ہے نا، چہرے پر نہیں آئی اور اس کے برعکس ایک مریض کے چہرے پر بالکل چھوٹا سا داغ واقع ہوا ہے اور کوئی مرض کا نشان نہیں تھا لیکن اس بیچارے کی زندگی اس فکر میں اجیرن ہو رہی تھی کہ یہ داغ میرے چہرے پر پڑ گیا ہے تو انسان بنیادی طور پر بہت ہی زیادہ نمائش والا جانور ہے اور بہت زیادہ اپنے نقائص پر پردے ڈالنے والا جانور ہے۔ اس پہلو سے اگر وہ اپنی کمزوریوں کو چھپا لیتا ہے یا سمجھتا ہے کہ چھپی ہوئی ہیں تو اسے اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوگی جیسا کہ میں نے مریض کا بتایا

ہے۔ میں اُس کے لئے دوائی تجویز کر رہا تھا لیکن اس نے کہا کہ جی! کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ کپڑوں کے نیچے ہی ہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں اگر چہرے پر ایک چھوٹا سا داغ بھی آ جاتا تو وہ کئی ڈاکٹروں کے گھر پھرتا اور دیکھتا کہ شائد کہیں سے کوئی علاج مل جائے تو اس لئے اصلاح کے لئے اپنی بیماری کا احساس اور یہ احساس بھی ضروری ہے کہ اب اس بیماری کا دوسروں کو بھی پتہ لگ رہا ہے یا پتہ لگنے والا ہے اور یہ واقعہ بیاہ شادی کے وقت ضرور ہوتا ہے۔ اگر کوئی انسان تقویٰ سے کام لینے والا ہو اور اس کی نیت میں یہ بات داخل ہو کہ وہ تین آیات جو اس نکاح کے موقع پر پڑھی گئی تھیں۔ میں ان کا حق ادا کروں گا ورنہ وہ گویا میرے نکاح پر پڑھی ہی نہیں گئیں۔ اگر ان آیات کو سننے کے بعد ان کا حق ہی ادا نہیں کیا تو کسی کی بلا سے چاہے اس کے نکاح پر پڑھی گئی ہوں یا کسی اور کے نکاح پر پڑھی گئی ہوں۔ اس کے نکاح سے تو ان آیات کا تعلق باقی نہیں رہے گا یہ وہ مرکزی آیت ہے جس کا ہر شخص کے نکاح سے گہرا تعلق ہے اور اس کی آئندہ زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ پس قولِ سدید سے کام لینے والوں کے لئے پہلی منزل بہت مشکل ہے۔ بیاہ میں دلچسپی رکھنے والے ماں باپ جن کی بیٹیاں بڑی ہو رہی ہوں وہ جانتے ہیں کہ کتنا مشکل کام ہے۔ جب دیکھنے والا آتا ہے اور مختلف حالات کا جائزہ لیتا ہے تو اس وقت ساتھ یہ بتا دینا کہ جی! میری بیٹی کو یہ بیماری بھی ہے۔ کتنے ماں باپ ہیں جن میں یہ ہمت ہے۔

پس یہ بہت ہی تلخ قدم ہے جو ان کو اٹھانا پڑتا ہے لیکن متقی ضرور اٹھائے گا اور جو تقویٰ کی بناء پر یہ قدم اٹھاتا ہے خدا اس کا خود کفیل ہو جایا کرتا ہے۔ اس بات کو لوگ بھلا دیتے ہیں نصیحتاً پہلا قدم تو تلخ نہیں اٹھاتے لیکن اس کے بعد زندگی کے ہر قدم کو تلخ بنا دیتے ہیں۔ اس بیٹی کا پھر ہر سفر مصیبتوں اور اذیتوں کا سفر بن جاتا ہے۔ بار بار ہر طرف سے اس کو طعنے ملتے ہیں کہ تم وہی ہو جس کو یہ دورے پڑتے ہیں، تمہیں اس قسم کی بیماریاں ہیں۔ تم تو دھوکے کے ساتھ ہمارے گھر پھینک دی گئی ہو۔ ہم تو کبھی تمہارے منہ کی طرف بھی نہ دیکھتے اگر ہمیں یہ پتہ ہوتا کہ تم اس بیماری میں مبتلا ہو لیکن جو شخص خدا پر توکل کرتے ہوئے، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ قولِ سدید سے کام لینا، قولِ سدید سے کام لینے کی نیت کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ خدا کا وعدہ ہے (۔) (وہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا)۔

(وہ تمہارے اعمال کو دُرست کر دے گا) میں میں بیماریوں کو بھی داخل کرتا ہوں۔ کیونکہ خدا کی خاطر جہاں نیک نیتی کے ساتھ قولِ سدید سے کام لیا گیا ہے وہاں ایک مریضہ کی بیماری بھی اس میں داخل ہو گئی ہے، ایک مریض کی بیماری بھی اس میں داخل ہو گئی ہے تو میرے نزدیک اصلاح کا یہ وعدہ تو صرف ظاہری اعمال سے نہیں بلکہ بیماریوں اور ہر قسم کے اور عوارض سے بھی ہے۔ پس میں سب احمدی

گھرانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ شادی کے وقت وہ ہرگز اس لالچ میں کہ کہیں یہ دیکھنے والا بھاگ نہ جائے اپنی بیٹی یا اپنے بیٹے کے عیوب کو چھپائیں نہیں بلکہ خود بتائیں کہ یہ کمزوریاں ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی قبول کرتا ہے بسم اللہ اور اس کے بعد قبول کرنے والا پھر خود کم سے کم اتنی عقل تو رکھتا ہوگا کہ اس چیز پہ کسی کو طعنے نہ دے۔ عام طور پہ بیماریاں اور تکلیفیں جاننے کے بعد پھر جو قبول کرتے ہیں وہ بڑے حوصلے والے لوگ ہوتے ہیں اور خدا کے فضل کے ساتھ ان کو حُسنِ سلوک کی بھی توفیق ملتی ہے۔ چنانچہ میرے علم میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے بیماریاں دیکھیں، ان کو پتہ تھا کہ جو بہو گھر میں آنے والی ہے وہ کس کس عارضے میں مبتلا رہی ہے یا مبتلا ہے اس کے باوجود بعضوں نے خود مجھ سے ذکر کیا کہ ہماری بیٹیاں نہیں بیمار ہوتیں یہ اللہ کی مرضی ہے جس کو چاہے بیمار بنا دے جس کو چاہے شفا عطا کرے۔ تو بچی اچھی ہے، نیک فطرت ہے ہمیں منظور ہے اور آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ خدا کے فضل سے خدا تعالیٰ کے ایسے نیک اور پارسا بندے بھی موجود ہیں جو تقویٰ کی بناء پہ بیاہ شادی کے فیصلے کرتے ہیں۔

شکلوں کی نہیں نیک عادتوں کی تمنا کریں

پھر جہاں تک دولہا اور دلہن کی نیتوں کا تعلق ہے اس میں بھی بہت سے فتور واقع ہو جاتے ہیں جبکہ بہت سی ایسی نیتیں بھی ہیں جو پاک اور شفاف رہتی ہیں۔ بعض دولہا شکلوں کے پیچھے مرتے پھرتے ہیں کہ شکل ہوئی تو

ٹھیک ہے، پھر ہماری زندگی جنت بنے گی حالانکہ ان کو پتہ نہیں کہ شکلیں تو صرف لباس ہیں بعض لباسوں میں نہایت منحوس لوگ قید ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض خوبصورت شکلوں کے اندر ڈائنیں بستی ہیں اور اس کے برعکس بعض بدزیب پنجروں میں بند بڑے بڑے خوبصورت پرندے دیکھے گئے ہیں تو حقیقت میں دین ہی ہے جس کو فیصلے میں سب سے زیادہ اہمیت دینی چاہیئے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے لفظِ دین رکھا ہے جو ایک بہت ہی وسیع لفظ ہے۔ دین میں صرف مذہب شامل نہیں بلکہ مزاج، عادات، طرزِ زندگی وغیرہ سب کچھ دین کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ پس ایسا کفو ڈھونڈنا چاہیئے جس میں ایک اچھے مزاج کی نیک فطرت، پاک فطرت عورت ہو یا اسی طرح خاوند میں بجائے اس کے کہ دُنیا کی وجاہتیں تلاش کی جائیں اگر یہ دیکھا جائے کہ نیک مزاج ہو، حلیم طبع ہو، شریف النفس ہو، پیار کرنے والا ہو، دوسرے کی خوبیوں کی قدر کرنے والا ہو، دوسرے کی بدیوں سے صرفِ نظر کرنے والا ہو۔ حوصلے والا انسان ہو تو خواہ وہ نسبتاً غریب بھی ہو یا آغاز میں غریب بھی ہو تو ایسے شخص کے ساتھ لڑکی کو رخصت کرنا۔ لڑکی کو جنت کے سپرد کرنے والی بات ہُوا کرتی ہے اور اگر اس وقت نہیں تو کچھ عرصے کے بعد خدا تعالیٰ ان کے مالی حالات بھی درست فرما دیا کرتا ہے اور بہت سی برکتوں سے ایسے گھروں کو بھر دیتا ہے۔ جہاں تک ظاہری شکل کے پیچھے چلنے والے یا ظاہری شکلوں کو معیار بنانے والے نوجوانوں کا تعلق ہے۔ ان کا شکل کو اتنی اہمیت دینا اُن کے لئے بعد میں مزید اور مسائل پیدا کر دیتا ہے کیونکہ لڑکی کی شکل ہمیشہ ویسی نہیں رہا کرتی اور کچھ دیر کے بعد ایک شکل کو دیکھ دیکھ کر اس سے دل بھی بھرنے لگ جاتا ہے۔ بیاہ سے پہلے کی دکھائی ہوئی شکل اور چیز ہے اور بیاہ کے چند مہینے کے بعد یا حمل کی حالت میں اسی بیوی کو، اس کو دیکھنا یہ بالکل اور نظارہ ہے اور شکل کی تمنا اُن کے اُوپر ایسی غالب ہوتی ہے کہ وہ باہر شکلیں تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اُن کے گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ شکل کے ساتھ وفا پیدا ہو سکے۔ وفا ہمیشہ گُنوں سے ہوتی ہے۔ وفا ہمیشہ حُسنِ اخلاق سے پیدا ہوتی ہے۔ خالی صورت سے کوئی وفا نہیں ہوتی۔

ایک بزرگ کا عبرت آموز واقعہ

ایک بزرگ کے متعلق قصہ آپ نے پہلے بھی سُنا ہے میں آپ کو سُنا چکا ہوں لیکن شائد بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو نہ سُن سکے ہوں۔ وہ قصہ اس صورتِ حال پر خوب اطلاق پاتا ہے۔ بزرگ کی بیٹی سے کسی کو محبت ہو گئی اور وہ شخص ایسا تھا کہ جس کے متعلق کا یہ فیصلہ تھا کہ یہ اچھا نہیں ہے۔ اس لئے وہ کسی قیمت پر بھی اپنی بیٹی کو اس کے ساتھ رخصت کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے اور وہ پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ بار بار خط لکھتا تھا۔ پیغام بھیجتا تھا۔ کہتا تھا کہ میں تو ایسا آپ کی بیٹی پر عاشق ہوں کہ اس کے بغیر میری زندگی نہیں گزر سکتی۔ میں تو ختم ہو جاؤں گا، اس لئے مجھ پر رحم کریں لیکن وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک صاحبِ حکمت بزرگ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کو شکل سے پیار ہے اس کو عادتوں یا مزاج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے آخر تنگ آ کر اس کو دو یا تین ہفتے کا کہا کہ اچھا تم اس عرصے میں آ کر اپنی بیوی کو ساتھ لے جانا میں تیار ہوں۔ خیر وہ بہت خوش ہُوا اور دو تین ہفتے کے بعد جب وہ آیا تو اُس نے دیکھا وہی لڑکی سُوکھ کر کانٹا ہوئی ہوئی اور اس کے بال جھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے ہوش و حواس غائب ہوتے ہوئے۔ اپنی پرانی شکل و صورت کا ایک پنجر بنی ہوئی تھی تو اُس نے حیرت سے کہا کہ یہ لڑکی؟ اس کے ساتھ تو میں نے شادی کرنی نہیں چاہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ بالکل وہی چیز ہے۔ صرف یہ ہے کہ اس کے بال میں نے SHAVE کر دیئے ہیں اور اتروا دیئے ہیں اور اس لئے گنجا سر تمہیں نظر آ رہا ہے۔ اور اس کو میں نے اتنے لمبے عرصے تک جلاب دیئے ہیں تاکہ اس کا بدن گھل جائے لیکن بال بھی محفوظ رکھے ہوئے ہیں اور جلاب میں جو کچھ نکلا وہ بھی محفوظ رکھا ہوا ہے اس کی بالٹیاں بھی تیار ہیں۔ یہی سب کچھ ہے جس سے تمہیں محبت تھی۔ اس میں کوئی چیز میں نے کم نہیں کی۔ پس یہ بالٹیاں اٹھاؤ، یہ بال اٹھاؤ اور یہ لڑکی لو اور اپنے گھر روانہ ہو۔ تب اس کی آنکھیں کھلیں کہ یہ دُنیا کے عارضی حُسن کی محبت کیا حقیقت رکھتی ہے۔ اس بزرگ نے تو عملاً اس پر یہ ثابت کرنے کا یہ ذریعہ اختیار کیا کہ ظاہری حُسن سے اگر تمہیں محبت ہے تو تم اگر قسمیں کھا کر بھی کہو کہ تم وفا کرو گے تو ہم جانتے ہیں کہ تم کرو بھی تو حُسن وفا نہیں کرے گا جس سے تمہیں پیار ہے اگر اس میں ہی وفا نہ ہو تو تمہارا تعلق کیسے ہمیشہ قائم رہ سکتا ہے۔ لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کئی رنگ میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ کئی حادثے ہو جاتے ہیں۔ کئی طرح سے شکلیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ یا بعض شکلیں ایسی ہوتی ہیں جو جوانی میں خوبصورت لگتی ہیں لیکن عمر کے ساتھ ساتھ وہ زیادہ بھیانک ہونے لگ جاتے ہیں۔ بعض جو کنوارپن میں خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ مگر شادی کے بعد وہ بگڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور بعض خاندانی مزاج ہیں جو ان باتوں کو طے کرتے ہیں تو شکل اور جسم کو بیاہ شادی کے موقع پر خدا بنا لینا اور یہ سمجھنا کہ اس کے بغیر گذارہ نہیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ایسے خدا ہمیشہ ان عبادت کرنے والوں سے بے وفائی کرتے ہیں۔

حُسنِ خلق ہے جو ہمیشہ وفا کرتا ہے

لیکن جو لوگ دین کو اپناتے ہیں۔ خدا کی خاطر حُسنِ خلق کی تلاش میں رہتے ہیں۔

نیکیوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ نیکیوں کے متعلق قرآن کریم نے "الباقیات الصالحات" فرمایا کہ نیکی کی تعریف میں ہمیشہ رہنا شامل ہے۔ وہ کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہے اور حسنِ خلق اگر وہ سچا ہو اور خدا تعالیٰ کی محبت میں اس کی بنیاد ہو تو ایسا حسنِ خلق جامد نہیں ہوا کرتا بلکہ ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ (تیری ہر پیچھے آنے والی گھڑی پہلے سے بہتر ہوتی ہے) (الضحیٰ: آیت ۵)۔

تیرا کوئی دن بھی ایسا نہیں جو تجھے حسین تر نہ بنا رہا ہو۔ لوگ بڑھاپے کی طرف حرکت کرتے ہیں تو جسم بالآخر اپنے سارے حسن کھو بیٹھتا ہے۔ یہاں تک کہ دماغی نشوونما بھی چلتے چلتے رُک جاتی ہے اور پھر رو بہ انحطاط ہو جایا کرتی ہے۔ ارذل عمر تک بھی لوگ پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن حسنِ خلق اور نیکی کا حسن ایسا ہے جو نہ صرف جوان رہتا ہے بلکہ اس کی جوانی میں ہمیشہ نئے رنگ بھرتے رہتے ہیں۔ پہلے سے زیادہ دلکش ہوتا چلا جاتا ہے تو اسی لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ ساری باتیں تمہارے سامنے خوبصورت لباس اوڑھ کر آئیں گی کہ ہمیں چن لو۔ کبھی تمہیں حسب نسب دکھائی دے گا کہ ہاں حسب نسب ہو تو رشتے اچھے ہوں گے اور کبھی تمہیں مال دکھائی دے گا کہ ہاں مال ہو تو پھر رشتے اچھے ہوں گے۔ کبھی بڑے مرتبے اور نوکریاں دکھائی دیں گی۔ کبھی حسن تمہارے سامنے اپنا جلوہ دکھائے گا اور تمہاری آنکھوں کو خیرہ کرے گا مگر یہ ساری چیزیں عارضی اور فانی اور بے حقیقت ہیں۔ جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ دین ہے۔ حسنِ خلق ہے، حسنِ سیرت ہے۔ اگر اس کو تم اپناؤ گے تو تمہاری شادیاں کبھی ناکام نہ ہوں گی۔ لیکن جو ان کو بہتر سمجھتے ہیں ان کی ناکام نہیں ہوتیں۔ اور اس کا تعلق نیت سے ہے۔ ایک ہی شخص اگر اپنی نیت میں دین کو داخل کرتا ہو اور دین کو اہمیت دیتا ہو تو اس کا رشتہ ہمیشہ بہتر ہوتا چلا جائے گا۔ یعنی نکاح کے بعد، رخصتانہ کے بعد، بچوں کے بعد جسم انحطاط بھی کر رہے ہوں گے لیکن جس کی نیت میں یہ بات داخل ہو کہ مجھے حسنِ فطرت چاہیئے اس کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے گا کہ وہ اپنی بیوی سے محبت میں بڑھتا رہے گا۔ اور بیوی اس کی محبت میں بڑھتی رہے گی کیونکہ حسنِ فطرت ترقی کیا کرتا ہے حسنِ خلق ترقی کیا کرتا ہے۔ وہ حسنِ فطرت اور حسنِ خلق جس کی بنیاد خدا کی محبت میں ہو وہ ہمیشہ ترقی پذیر رہتے ہیں لیکن جس کی نیت میں شروع سے ہی مال ہو یا اور اور باتیں ہوں اس کے لئے یہ دین بجائے خوشی پیدا کرنے کے مصیبت بن جائے گا اس کے لئے ایک سوہانِ روح ہو جائے گا اور اس کو دین کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اس لئے دین فی ذاتہٖ خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو جب تک چاہنے والے کی نیت میں دین نہ ہو اس وقت تک باہر سے ملا ہوا دین اس کو کوئی فائدہ نہیں دیا کرتا۔ پس آخری تان پھر اس بات پر ٹوٹتی ہے کہ (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) جو باہر سے چیز نظر آ رہی ہے اس کی خواہ کوئی بھی اہمیت ہو عقلاً آپ ثابت کر دیں کہ فلاں چیز بہتر ہے۔ جب تک سفر کرنے والے کی نیت میں وہ چیز داخل نہ ہو اس کا مطلوب نہ بنی ہو اس وقت تک اس کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ چنانچہ بعض عورتیں بیچاریاں ایسی ہیں

جو بہت سی خوبیوں کی مالک ہیں لیکن ساری زندگی یوں محسوس کرتی ہیں کہ وہ ایک لالۂ صحرا ہے۔ صحرا میں کھلنے والا لالے کا پھول ہیں جس کو کسی نے دیکھا ہی نہیں خاوند موجود ہے۔ ساس موجود ہے۔ دوسرا گھر بھرا پڑا ہے لیکن اس کی خوبیوں پر نظر ہی کوئی نہیں گویا وہ موجود ہی نہیں ہیں اور سخت محرومی کا شکار رہتی ہے۔ اسی طرح وہ مرد ہیں جو بڑی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں لیکن جس گھر میں شادی کرتے ہیں وہ دُنیا دار ہے۔ اُن کے نزدیک ان چیزوں کی اہمیت ہی کوئی نہیں ہے۔ کہ کوئی دیندار ہے۔ کوئی نیک فطرت ہے کوئی قدر شناس ہے۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ دُنیاوی لحاظ سے یہ چالاک ہے کہ نہیں۔ سمارٹ نظر آنے والا ہے کہ نہیں۔ فیشن پرست ہے کہ نہیں سوسائٹی میں جاتا ہے کہ نہیں۔ سیاست دان ہے کہ نہیں۔ اس قسم کی چیزوں میں ان کو دلچسپی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا مرد بیچارا یوں لگتا ہے جیسے نہ صرف یہ کہ صحرا میں کھلا ہوا لالہ ہے بلکہ بھینسوں میں گھرا ہوا لالہ بن جاتا۔ کوئی قدر نہیں۔ وہ اپنی بدبو سے لالے کی خوشبو پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں۔ چنانچہ آپ کی زندگی کی کامیابی کا آخری فیصلہ نیت پر ہی ہوگا اور یہ پہلا فیصلہ ہے جس نے آخری فیصلہ بننا ہے۔

ایک دیندار خاندان کی مشکل کا واقعہ

بہت سے خطوط میں میرے سامنے یہ واقعات پیش ہوتے رہتے ہیں۔ ایک ایسا خاندان ہے جس کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ ماں نے بھی مجھے خط لکھا اُس کے بیٹے نے خود بھی خط لکھا کہ ہماری زندگی عجیب اجیرن بن گئی ہے کہ کچھ سمجھ نہیں آتی کہ ہم کیا کریں۔ بڑی چاہت سے ایک لڑکی کو گھر لائے تھے اس خیال سے کہ بزرگوں کی اولاد ہے اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کے (رفیق) کی اولاد ہے اور ایسا خاندان ہے جو جماعت میں معروف ہے لیکن لڑکی ایسی دُنیا پرست ہے کہ جب بھی میں دین کی خاطر قربانی کرنے کی کوشش کرتا ہوں کوئی چندہ دینے کی کوشش کرتا ہوں تو گھر میں ایک جہنم بن جاتی ہے یوں لگتا ہے کہ گھر میں سکون کو آگ لگا دی گئی ہے۔ بچوں کے سامنے بولتی، گند بکواس کرتی، ہر وقت یہی طعنے دیتی کہ مولویوں کے پلے میں کہاں سے پڑ گئی۔ نہ عقل نہ سمجھ۔ اپنے بچوں کی بھلائی

اپنے ہاتھوں سے جماعت کے نام پر پھینکتے چلے جا رہے ہو اور پتہ ہی کوئی نہیں اپنا بھی کوئی حق ہے۔ وہ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ جو کچھ خدا نے دُنیا کی نعمتیں مجھے دی تھیں وہ ساری مَیں نے اپنی اولاد کو بھی دیں، اپنی بیوی کو بھی دیں۔ ان کے لئے کبھی کوئی کمی نہیں رکھی اس کے باوجود دل کی خساست کا یہ حال ہے اور دُنیا داری کا یہ حال ہے کہ دین کی خاطر معمولی قربانی بھی گوارا نہیں تو چونکہ یہاں دھوکہ ہُوا ہے اس بیچارے کا نیت کا سفر درست تھا لیکن اس کے باوجود چونکہ ایک انسانی فیصلہ غلط بھی ہو سکتا ہے (کچھ چھپانے والے چھپا لیتے ہیں) اس لئے دوسری کی نیت کا فتور اس بیچارے کے لئے جہنم بن گیا تبھی قرآن کریم کی وہ آیات جو نکاح کے موقع پر تلاوت کی جاتی ہیں وہاں تقویٰ کی تکرار پائی جاتی ہے۔ ایک کا تقویٰ کافی نہیں ہوگا تم دونوں کے لئے ضروری ہے کہ تقویٰ اختیار کرو ورنہ ممکن ہے کہ ایک طرف کا تقویٰ ضائع چلا جائے کیونکہ دوسرا فریق تقویٰ اختیار نہیں کرتا اور ایک ظلم کے نتیجے میں دوسرا فریق بھی مظلوم ہو جائے پس ایسے واقعات بھی دُنیا میں ہوتے ہیں۔

ایسے واقعات کا حل

لیکن ان کا ایک ہی حل ہے اور وہ حل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے پیش کیا۔ اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی اور آپ نے ہمیں اس مسئلے اور اس کے حل سے مطلع فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سنت تھی کہ آپ جب خانہ کعبہ آباد ہو گیا اور آپ کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گھر آباد ہُوا اور وہاں بڑی رونق ہوئی تو آپ اس عرصہ میں کئی بار دوبارہ وہاں تشریف لائے اور وہاں جا کر آپ حالات کا جائزہ لیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب آپ وہاں تشریف لائے تو حضرت اسمٰعیلؑ موجود نہیں تھے۔ آپ نے ان کی بیوی سے گفتگو کی اور یہ معلوم کیا کہ بیوی نہ تو مہمان نواز ہے اور نہ اور اخلاق سے آراستہ ہے بلکہ ایک ایسی قسم کی چیز ہے اسمٰعیلؑ کی شایانِ شان نہیں۔ چنانچہ انہوں نے چونکہ جلدی جانا ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ کسی لمبے سفر پر گئے ہوئے تھے اس لئے بیوی کو یہ کہا کہ جب تمہارا میاں واپس لوٹے تو اس کو

کہنا کہ تمہارا باپ آیا تھا اور یہ نصیحت کر گیا ہے اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دو۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیلؑ نے جب یہ بات سُنی تو فوراً اس بیوی کو طلاق دی اور کہا کہ میرے باپ نے جو نصیحت کی ہے وہ برحق ہے اور اس کے بعد پھر دوسری شادی کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ایسی نیک اور پارسا خاتون تھیں کہ اس کے نتیجہ میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بھی بعد ازاں اسی کی صُلب سے پیدا ہوئے تو دیکھیں کہ اچھی اور نیک بیوی کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔ اگر اس وقت کوئی یہ اعتراض کرتا کہ دیکھیں حضرت ابراہیمؑ کو کیا حق تھا کہ اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کرتے اور بیٹے کے گھر کو برباد کر کے وہاں طلاق واقع کروا دیتے تو اس جاہل کو یہ پتہ نہیں کہ جو اہل اللہ ہوتے ہیں، جو خدا تعالیٰ کے نور سے روشن ہوتے ہیں وہ خدا تعالیٰ سے فراست پاتے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ کس چیز کو اہمیت دینی ہے اور کونسی دوسری چیزیں بے معنی اور حقیر ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو ایک بہت بڑا مرتبہ عطا ہُوا ہے۔ ان کی نسل سے آئندہ زمانے کے سارے انسانوں کی نجات وابستہ ہے۔ اور یہ وہ ماں نہیں ہے جس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ پس اگر وہ فیصلہ نہ کرتے تو گویا دُنیا کے لئے جہنم کا فیصلہ کر رہے ہوتے لیکن آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس بیٹے کو ویسی بیوی ملنی چاہیئے جو آئندہ نسلوں کے لئے وہ ماں بنے جس کے پاؤں کے نیچے سے جنت کے چشمے پھوٹ پڑیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی صورت میں جو واقعہ رونما ہُوا اور آپ کے فیض سے دُنیا پر جنت کے جو سیلاب آ گئے۔ یہاں تک کہ قلزم بھر گئے، جو لق و دق صحرا تھے وہ رُوحانی لحاظ سے سمندروں میں تبدیل ہو گئے تو دراصل اس فیصلے کو اس فیض میں ایک دخل حاصل ہے کتنا گہرا فیصلہ تھا۔ ایک چھوٹا سا پیغام تھا کہ چوکھٹ بدل دو تو جو خاوند اپنے مستقبل پر نظر رکھتے ہیں۔ جو خاوند یہ بھی جانتے ہیں کہ انہی آیات میں جو نکاح کے موقع پر تلاوت کی جاتی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ [illegible] (سورۃ الحشر: ۱۹) خبردار! جو کچھ تم آگے بھیجو گے اس کے بارہ میں جوابدہ ہو گے۔ اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ اگر میں نے اسی آیت مضمون کو بھلا دیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے آگے جہنم بھیج رہا ہوں تو میں خدا کو کیسے جواب دوں گا؟ تو یقیناً حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلے کی اہمیت اس پر خوب روشن ہو کر اُبھرے گی۔ ایسے موقع پر اگر وہ کامل سنجیدگی پر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ ایک بے دین بیوی کو اپنے گھر رکھ کر اپنی اولادوں کے لئے میں جہنم پیدا نہیں کر سکتا۔ اور اس کو صاف کہنے پر تیار ہو جاتا ہے اور یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر گزرے گی میں اب بے دینی برداشت نہیں کروں گا۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اکثر بیویوں کی اصلاح بھی ہو جائے گی کیونکہ ایسی ہی بیویاں شوخیاں دکھاتی ہیں جو یہ سمجھتی ہیں کہ خاوند کمزور ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ خاوند دین کی

باتیں تو کر رہا ہے مگر دین کو اتنی اہمیت نہیں دیتا کہ مجھ سے جدا ہو جائے اور اپنے لئے دوبارہ تنہائی کی ایک زندگی اختیار کر لے لیکن عزم کی بات ہے۔ اہمیت کی بات ہے۔ اگر خاوند کی نیت جیسا کہ اس نے لکھا واقعۃً دین کی تھی تو اتنے عرصہ سے وہ دیکھ رہا ہے کہ دین نصیب نہیں ہو رہا بلکہ دین کے برعکس صورتِ حال ہے تو پھر

باقی صفحہ ۱۲ پر

بقیہ صہ ۲ سے

درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہوسکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں، کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہوجائیں گے، کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہوسکتے ہیں، ہرگز نہیں ہوسکتے مگر اس کے فضل اور رحمت سے۔

(انوار الاسلام طبع اوّل صہ ۲۱، ۲۲)

"جو خاتمہ امر پر مقدر ہوچکا ہے وہ یہی ہے کہ بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخر کار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کردوں گا اور تجھے غلبہ ہوگا اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی۔ اور فرمایا کہ میں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کردوں گا۔ اور یاد رہے کہ یہ الہامات اس واسطے نہیں لکھے گئے کہ ابھی کوئی ان کو قبول کرلے بلکہ اس واسطے کہ ہر ایک چیز کے لئے ایک موسم اور وقت ہے۔ پس جب ان الہامات کے ظہور کا وقت آئے گا اُس وقت یہ تحریر مستعد دلوں کے لئے زیادہ تر ایمان اور تسلی اور یقین کا موجب ہوگی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ"

(انوار الاسلام طبع اوّل صہ ۵۲)

بقیہ صہ ۱۱ سے

وہ خود قصوروار ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی نیت میں اگرچہ دین کا ایک خیال شامل تو تھا مگر وہ محض ایک سرسری خیال تھا۔ اسے بنیادی حیثیت حاصل نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) یہاں نیت کو بنیاد کے طور پر پیش فرمایا ہے، ایک سرسری خیال کے طور پر نہیں۔ پس ان سب باتوں پر غور کرتے ہوئے آپ جب تقویٰ کے مضمون کو اپنی روزمرہ کی زندگی پر جاری کرکے دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک سادہ سے بیان میں کتنی پُرپیچ باتیں بیان ہوچکی ہیں اور تان اسی بات پر آکر ٹوٹتی ہے کہ (اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے) اور اس کی بہترین تصویر حضرت اقدس (بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے یوں فرمائی کہ ؎

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

اور جب آپ نے یہ کہا تو (خدا کا بتایا ہوا) مصرعہ اس کے بعد یہ ہوا جو اس شعر کا دوسرا مصرعہ بن گیا کہ ؏

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اس جڑ کی حفاظت کرو۔ اس کی خاطر ہر دوسری چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور یقین رکھو کہ تمہیں سب کچھ مل گیا۔ خدا کرے کہ انہیں بنیادوں پر ہم اپنے آئندہ معاشرے کی تعمیر کریں اور آئندہ آنے والی نسلیں صرف سو سال نہیں ہزاروں سال تک ان نعمتوں سے حصّہ پائیں اور ہماری شکرگزار رہیں اور ہمیں دعائیں دیں اور اللہ تعالیٰ اس فیض کو ہمیشہ ہمارے لئے اور ہماری اولادوں کے حق میں جاری رکھے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

قادیان دار الامان میں جماعت احمدیہ کا سوواں (۱۰۰) جلسہ سالانہ

احباب جماعت کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین نے مرکز سلسلہ قادیان میں جماعت احمدیہ کے سوویں (۱۰۰) جلسہ سالانہ کیلئے 26، 27، 28 دسمبر ۱۹۹۱ء کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے احباب اس تاریخی صد سالہ جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے اور پوری کوشش فرمائیں اور جلسہ سالانہ کی کامیابی کیلئے دعا کرتے رہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ سالانہ کو بہت کامیاب و بابرکت فرمائے ۔ آمین ۔

مغربی معاشرہ میں مقیم احمدیوں کیلئے لمحۂ فکریہ

مکرم عطاء اللہ کلیم صاحب واقف زندگی

اللہ تعالیٰ (جو غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے اور جس کے لئے ماضی حال اور مستقبل کا علم برابر ہے) نے اپنے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام انبیاء سے بڑھ کر اظہار علی الغیب فرماتے ہوئے آئندہ ہونے والے واقعات اور حالات کی اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی خبر دی کہ ایک زمانہ میں صلیبی مذہب یعنی نصاریٰ (عیسائی) بڑے زوروں پر ہوں گے۔ دجال خروج کرے گا اور اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوں گے مگر وہ چیز جو لوگوں کو پانی نظر آئے گی وہ دراصل جلانے والی آگ ہوگی اور وہ جسے لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا۔ دجالی فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیا گیا ہے لیکن ساتھ قرآنی آیات اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج اپنے پورے زور میں ظاہر ہونگے اور دنیا کے بیشتر اور عمدہ عمدہ حصوں پر قابو پالیں گے اور لایدان لاحد بقتالھم یعنی کوئی ظاہری اسباب ان سے مقابلہ کی تاب نہیں رکھیں گے۔

قرآنی آیات کی تفسیر اور احادیث میں بیان کردہ تفصیل یہ حقیقت کھول کر سامنے لاتی ہے کہ عیسائیت۔ دجالیت اور یاجوج ماجوج تین مختلف فتنے اور قوتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی فتنہ کو اس کی مختلف خصوصیتوں کی وجہ سے الگ الگ نام دیئے گئے ہیں اور یہ فتنہ یورپ اور امریکہ کی مسخ شدہ عیسائیت بلکہ لادینیت اور مغربی تمدن کا فتنہ ہے۔

عربی میں ایک مشہور مقولہ ہے کہ الناس علی دین ملوکھم یعنی لوگ عموماً اسی طور طریق کو اختیار کرتے ہیں جس پر اس وقت کے بادشاہ اور حکام گامزن ہوتے ہیں اور چونکہ سائنسی تحقیقات اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ مغربی اقوام کو دنیاوی غلبہ اور اقتدار بھی حاصل ہے لہٰذا بالعموم لوگ انہی کے رنگ میں رنگین ہونے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ مغربی اقوام کی سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی سے حدیث نبوی کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا حیث وجدھا (یعنی حکمت کی بات مومن کی ایک گمشدہ متاع ہوتی ہے وہ جہاں سے بھی ملے اسے فوراً لے لیتا ہے) سے فائدہ اٹھانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کی لادینیت اور مغربیت کو بھی اندھا دھند اپنا لیا جائے کیونکہ دونوں امور میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وھوالذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا ٥

(سورۃ الفرقان ۵۴ : ۲۵)

اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو چلایا ہے جن میں سے ایک تو بہت میٹھا ہے اور دوسرا نمکین اور کڑوا ہے اور اس اللہ نے ان دونوں کے درمیان ایک روک بنادی ہے اور ایسا سامان بنایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پرے رکھتے اور ملنے نہیں دیتے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

"ھذا ملح اجاج اور اجاج سے یاجوج اور ماجوج دونوں قوموں کی طرف اشارہ ہے اس کے مقابلہ میں عذب فرات رکھا ہے اور حجرا محجورا میں بتادیا کہ گو تمہیں ان دونوں اقوام سے مل کر رہنا پڑے گا مگر ایسی حالت میں بھی تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ تم میٹھے پانی کا سمندر ہو اور وہ کڑوے پانی کا سمندر ہیں تم مغربیت کی کبھی نقل نہ کرو اور باوجود ان میں ملے ہونے کے ایسے امور کے متعلق صاف طور پر کہہ دیا کرو کہ تم اور ہو اور ہم اور ہیں جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم کفار سے صاف طور پر کہہ دو لا اعبد ما تعبدون میں تمہارے طریق کے مطابق عبادت نہیں کرتا (لکم دینکم ولی دین تمہارا دین تمہارے لئے ایک طریق کار مقرر کرتا ہے اور میرا دین میرے لئے دوسرا طریق کار مقرر کرتا ہے۔ کلیم)

"آج دجالی فتنہ جس رنگ میں دنیا پر غالب ہے اس کی وجہ سے کوئی چیز بھی اسلام کی باقی نہیں رہی نہ اس کے تمدنی احکام قائم ہیں نہ سیاسی احکام

قائم ہیں اور نہ شخصی احکام قائم ہیں ہر چیز میں آج تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پس جب تک اسے مٹانے کے لئے ہمارے اندر دیوانگی نہ ہو۔ جب تک ہمیں اس تہذیب مغربی سے بغض نہ ہوگا اتنا بغض اس سے بڑھ کر ہمیں کسی اور چیز سے نہ ہو اس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے جو شخص بھی مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں۔ جس تہذیب نے ہمارے مقدس آقا کی تصویر کو دنیا کے سامنے بھیانک رنگ میں پیش کیا ہے جس تہذیب نے اسلامی تمدن کی شکل کو بدل دیا ہے جب تک اس کی ایک ایک اینٹ کو ہم ریزہ ریزہ نہ کر دیں کبھی چین اور اطمینان کی نیند نہیں سو سکتے۔ وہ لوگ جو یورپ کی نقالی کرتے اور مغربیت کی رو میں بہتے چلے جاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارے تن بدن میں تو ان کی ایک ایک چیز دیکھ کر آگ لگ جانی چاہیئے کیونکہ اسلام اور مغربیت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یا اسلامی ثقافت زندہ رہے گی یا مغربیت زندہ رہے گی دونوں کی بنیادیں متضاد اصولوں پر ہیں اور ان کا ایک ہی جگہ جمع ہونا ناممکن ہے مغربیت کی بنیاد ساری کی ساری دنیاوی لذات اور عیش پرستی پر ہے اور اسلام کی بنیاد کُلّی طور پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی روحانیت اور اخلاق کی درستی پر ہے اس لئے ان دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔

مگر یہ امر یاد رکھو کہ انگریز اور مغربیت میں فرق ہے۔ انگریز انسان ہیں اور ویسے ہی انسان ہیں جیسے ہم اور اس لحاظ سے انگریز ہدایت پا سکتے ہیں لیکن مغربیت ہدایت نہیں پا سکتی۔ وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور جب تک اُسے توڑا نہیں جائے گا دنیا میں حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ برزخ ہے جس کو قائم رکھنے کے لئے میں تحریک جدید کے ذریعہ دوستوں کو توجہ دلا رہا ہوں کہ وہ مغربی اثرات کو قبول نہ کریں جو احمدی میٹھے پانی کا طلبگار ہے وہ ضرور ان سے الگ رہے گا اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کڑوا اور میٹھا پانی ایک دوسرے میں جذب ہو جائیں۔

اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ جو غیر احمدی ہیں وہ خواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائیں پھر بھی ان کا فرض ہے کہ وہ مغربیت کی کبھی نقل نہ کریں، کیونکہ یہ مسیح موعود کی تعلیم نہیں یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلکہ ان کے بھیجنے والے خدا کی تعلیم ہے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو کھانے پینے پہننے اور تمدن و معاشرت سے تعلق رکھنے والے کئی امور میں مغربیت کی نقل کرتا ہے اور اس نقل میں خوشی اور فخر محسوس کرتا ہے۔

اسی طرح بعض احمدی نوجوان باوجود سمجھانے کے اس طرف جا رہے ہیں۔ یہ لوگ صرف نام کے احمدی ہیں حقیقی احمدی نہیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ بعض غیر احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ شادی اور دوسرے معاملات میں آپ اپنی جماعت کے لوگوں کو کیوں اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمارے ساتھ تعلقات قائم کریں۔

آپؑ نے فرمایا۔

"اگر ایک مٹکا دودھ کا بھرا ہوا ہو اور اس میں کھٹی لسّی کے تین چار قطرے بھی ڈال دئے جائیں تو سارا دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ مگر لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے کہ قوم کی قوت عملیہ کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اُسے دوسروں سے الگ رکھا جائے اور اُن کے بد اثرات سے اُسے بچایا جائے۔ آخر ہم نے دشمنان اسلام سے روحانی جنگ لڑنی ہے اگر اُن سے مغلوب اور ان کی نقل کرنے والے لوگوں سے ہم مل جل کر رہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم بھی یورپ کے نقال ہو جائیں گے اور ہم بھی جہاد قرآنی سے غافل ہو جائیں گے۔

پس خود اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ہمیں دوسری جماعتوں سے نہیں ملنا چاہیئے تاکہ ہم غافل ہو کر ہم اپنا فرض جو تبلیغ اسلام کا ہے بھول نہ جائیں جس طرح دوسرے مسلمان بھول گئے ہیں۔ اسلام میں پہلے ہی سپاہیوں کی کمی ہے۔ اگر تھوڑے بہت سپاہی جو اُسے میسر ہیں وہ بھی سست ہو جائیں تو انہوں نے اسلام کی طرف سے دشمنوں کا کیا مقابلہ کرنا ہے .... قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ ذوالقرنین سے بعض قوموں نے درخواست کی کہ یاجوج ماجوج نے ہمارے علاقوں میں بڑا فساد برپا کر رکھا ہے آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک روک بنا دیں تاکہ وہ ہم میں داخل ہو کر کوئی خرابی پیدا نہ کر سکیں۔

تفسیر کبیر جلد ششم سورۃ الفرقان ص ۵۲۴-۵۲۰

چونکہ اس زمانہ کے ذوالقرنین بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس لئے بالکل ممکن ہے کہ ذوالقرنین کے دیوار حائل کرنے سے مراد اس زمانہ میں مغربیت اور اسلام میں ہی دیوار حائل کرنا ہو اور دو قوموں سے مراد دو قسم کے جذبات اور قومی خیالات افکار ہوں۔

بہر حال ہمارا فرض ہے کہ ہم مغربیت اور اسلام کے درمیان ایک ایسی دیوار حائل کر دیں جس کے بعد مغربیت کے لئے ہمارے اندر داخل ہونے کا راستہ کھلا نہ رہے اور اسلامی فوج ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہو جائے جس پر شیطان کا کوئی حملہ کارگر نہ ہو سکے۔

یورپ اور امریکہ میں بسنے والے احمدی افراد خواہ وہ ان ممالک کے مقامی

باشندے ہوں یا دیگر ممالک سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں ان کی روحانیت کی ترقی، معیار اخلاق کی بلندی اور اسلامی اقدار کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ جہاں وہ خود صالحین اور صادقین کی صحبت میں رہیں وہاں اس بات کی بھی نگرانی کریں کہ ان کے بچے اور بچیاں بھی نیک اور راستباز بچوں سے زیادہ میل ملاپ رکھنے والے ہوں اور گندے اور اخلاق سوز ماحول میں ملوث ہونے سے اپنے آپ کو بچانے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو یہ تاکیدی حکم فرماتا ہے کہ

یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۝

(توبہ ۱۱۹: ۹)

اے مومنو خدا سے ڈرتے رہو اور ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو قول اور عمل کے صادق ہیں۔

اس آیت کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح فرمائی ہے۔

اصلاح نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ کونوا مع الصادقین یعنی جو لوگ قولی، فعلی، عملی اور روحانی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں ان کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ یعنی ایمان والو تقویٰ اللہ اختیار کرو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ کو چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص کنجریوں کے ہاں جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا میں زنا کرتا ہوں؟

اس سے کہنا چاہیئے کہ ہاں تو کرے گا اور وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاوے گا کیونکہ صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ اسی طرح پر جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ ضرور پئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہیئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح نفس کے لئے کونوا مع الصادقین کا حکم دیا ہے۔ ۔۔۔۔ اس میں بڑا نکتہ معرفت یہی ہے کہ چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے ایک راستباز کی صحبت میں رہ کر انسان راستبازی سیکھتا ہے اور اس کے پاک انفاس کا اندر ہی اندر اثر ہونے لگتا ہے جو اس کو خدا تعالیٰ پر ایک سچا یقین اور بصیرت عطا کرتا ہے۔ اس صحبت میں صدق دل سے رہ کر خدا تعالیٰ کی آیات اور نشانات کو دیکھتا ہے جو ایمان کو بڑھانے کے ذریعے ہیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ششم صفحہ ۲۴۸-۲۴۷

یورپ اور امریکہ کی مغربیت کی موجودہ فضا میں جہاں شراب نوشی، جنسی بے راہ روی اور دیگر مخرب اخلاق عادات وحرکات تمدن کا ایک حصہ بن چکی ہیں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ وہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے جلسہ سالانہ قادیان کے اس خطاب سے ظاہر و باہر ہے جو منہاج الطالبین کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ حضور فرماتے ہیں۔

گناہ کا ایک موجب اس زمانہ کے خیالات کی مخفی رو بھی ہے ۔۔۔۔۔ بلا اس کے کہ کوئی تحریک کرے یا منوانے کے لئے دلیل دے جب کسی خیال کی رو دنیا میں چلے گی تو وہ متاثر کرے گی دس بدمعاشوں میں ایک اچھے انسان کو بٹھا دو وہ بدمعاش خواہ دل میں بدی رکھیں اور اس پر ظاہر نہ کریں تو بھی اس کے دل پر برائی کا اثر ہونا شروع ہو جائے گا۔

ایک دفعہ ایک سکھ لڑکا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اخلاص تھا اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کی معرفت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ میرے دل میں کچھ دنوں سے دہریت کے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ نے یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنائی تو آپ نے فرمایا اُسے کہو کالج میں جہاں اس کی سیٹ ہے اُسے بدل لے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور بعد میں پتہ لگا جس دن سے اس نے سیٹ تبدیل کی اُسی دن سے اس کے خیالات میں اصلاح ہونی شروع ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے دل میں دہریت کے خیالات پیدا ہونے کا سبب ایک دہریہ لڑکے کا قرب تھا۔ بغیر اس کے کہ وہ لڑکا اپنے خیالات کو ظاہر کرتا اس کے دلی خیالات کا اثر اس سکھ لڑکے پر پڑتا رہتا تھا۔

پس خیالات کی رو ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور یہ بات قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے ۔۔۔۔ خیالات کی رو ایک زبردست طاقت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ جب آپ کسی مجلس میں بیٹھتے تو ستر بار استغفار پڑھتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ڈرتے تھے کہ آپ گندے نہ ہو جائیں لیکن یہ ضرور ہے کہ نبی گندگی کے پاس آنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اس لئے آپ بھی استغفار

پڑھتے تھے کہ گندگی دور ہی رہے۔ پھر بعض لوگ ایسے بھی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں جو خود گندے نہیں ہوتے مگر دوسروں کا اثر قبول کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پس آپ اس لئے بھی استغفار پڑھتے تھے کہ ان پر کسی گندگی کا اثر نہ ہو.....

منہاج الطالبین صفحہ ۴۹-۴۶

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذکورہ بالا اقتباس از ملفوظات جلد ششم اور حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کا نفسیاتی تجزیہ منقولہ از منہاج الطالبین ان بعض احمدیوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہیئے جو جرمنی اور دیگر

مغربی ممالک کے شراب خانوں، ناچ گھروں اور ڈسکو ہالوں میں بھول بیچنے جاتے ہیں یا ویٹرز کا جاب کرتے ہیں اور اس طرح اپنی روحانی بربادی کا خطرہ مول لیتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا خوب فرماتے ہیں۔

"جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فوراً اٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہوگا۔ صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کونوا مع الصادقین کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں ہی سے ہے کیونکہ انھم قوم لا یشقی جلیسھم اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور ہے"

ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۴۹

ایک اور موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

انسان کو ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے ایک بدصحبت بھی ہے دیکھو ابو جہل خود تو ہلاک ہوا مگر اور بھی بہت سے لوگوں کو لے مرا جو اس کے پاس جاکر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کی صحبت اور مجلس میں بجز استہزاء اور ہنسی ٹھٹھے کے اور کوئی ذکر ہی نہ تھا یہی کہتے تھے ان ھذا الشیئ یراد۔ میاں یہ دکانداری ہے۔

ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۸۵

اور اپنی کتاب کشتی نوح میں واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا۔

جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۹)

اور بچوں کو غیر مسلم افراد کی صحبت سے بچانے کے لئے اس طرح متنبہ فرمایا۔

اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں، آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے اور بہت بڑا ظلم کرتے ہو۔

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۷۲

مغربی معاشرہ میں مقیم احمدیوں سے عاجزانہ التماس ہے کہ قرآنی احکام اور ان کی تفسیر میں بیان فرمودہ ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور نصائح حضرت مصلح موعودؓ پر عمل پیرا ہو کر جہاں دجالی فتنہ سے بچنے کی کوشش کریں وہاں حدیث میں مذکورہ دعا "واعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال" درد اور کرب سے مانگنے کی عادت بنالیں۔ واللہ معکم اینما کنتم۔

جلسہ سالانہ یوکے ۱۹۹۲

احباب جماعت کی اطلاع کیلئے

اعلان کیا جاتا ہے کہ جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۲ء 31 جولائی، یکم اور دو اگست بروز جمعہ ہفتہ اور اتوار منعقد ہوگا۔

انشاءاللہ۔

راہِ مولیٰ کا ایک ذی مرتبت و کوہ وقار اسیر

سکھر کے محترم پروفیسر ناصر احمد قریشی کی خودنوشت روداد

یہ اپریل ۱۹۸۴ء کا ذکر ہے جب اس وقت کے فوجی آمر جنرل ضیاء الحق نے انٹی احمدیہ آرڈیننس ×× جاری کیا جس کا مقصد احمدیہ کمیونٹی کے پاکستان میں بنیادی حقوق آزادیٔ ضمیر اور مذہبی عقیدہ پر تبر رکھنا تھا۔ اس آرڈیننس نے مذہبی جنونی مولویوں کو احمدیوں کے خلاف ہر قسم کے تشدد کو ہوا دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ تمام سرکاری ایجنسیوں کو احمدیہ دشمنی کی کھلی چھٹی دے دی گئی۔ اس کے نتیجہ میں احمدیوں کے چیدہ چیدہ سرکردہ اشخاص کو قتل کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سکھر میں میرے والد عبدالرحمٰن صاحب قریشی کو دن دہاڑے (مسجد ابلال) سے واپس گھر آتے ہوئے بڑی بیدردی سے سولہ خنجروں کی کاری ضربوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ یہ یکم مئی ۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے یعنی آرڈیننس نافذ ہونے کے ایک ہفتہ کے اندر اور پھر اس طرح یہ سلسلہ سندھ کے مختلف شہروں میں دہرایا جانے لگا اور تقریباً ۲۰ کے قریب سرکردہ احمدی احباب کو وقفے وقفے سے قتل کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ حکومت وقت اور جنونی علماء کی ملی بھگت سے ہوتا رہا اور قتل کے مجرموں کو ڈھونڈ نکالنے اور گرفتار کرنے میں حکومت ایک خاموش تماشائی بنی رہی۔ مئی ۱۹۸۵ء میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سکھر میں واقع ایک مسجد پر بم پھینکوایا گیا اور اس واقع کی ذمہ داری سکھر کی احمدیہ جماعت پر ڈالی گئی۔ مقصد دراصل اس منصوبہ کا یہ تھا کہ اس واقعہ کے بعد پورے پاکستان میں احمدیوں کا قتل عام شروع کروا دیا جائے لیکن اس بھیانک مقصد میں تو ضیاء حکومت کو کامیابی نہ ہو سکی یہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ملک کی اکثریت احمدیوں کے لئے ہمدردی اور احترام کے جذبات رکھتی ہے۔ یہ صرف مٹھی بھر شر پسند صاحبان اقتدار کی مُلّا نوازی تھی جو سرگرم عمل تھی۔

مسجد پر بم پھینکوائے جانے کا واقعہ ۲۳ مئی ۱۹۸۵ء کو علی الصبح ہوا جس کا الزام مقامی جماعت پر دھرا گیا اور یوں جماعت احمدیہ سکھر کے کم و بیش بیس پچیس افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو گھروں سے بھاگ جانے پر مجبور کیا گیا گھروں کے تالے توڑے گئے اور تلاشی لی گئی مطلوبہ کوئی چیز تو نہ نکلی البتہ گھروں سے قیمتی اشیاء، رقوم اور جیولری وغیرہ ہتھیالی گئی اور دیگر سامان کی توڑ پھوڑ کی گئی دروازے بڑی بے دردی سے توڑے گئے۔

پندرہ روز حراست میں رکھنے کے بعد سات احمدیوں کو حتمی طور پر چالان کر کے سنٹرل جیل سکھر بھیج دیا گیا۔ خاکسار کے علاوہ خاکسار کے چھوٹے بھائی رفیع احمد صاحب اور لڑکا محمود احمد بھی ان سات قیدیوں میں سے تھے۔ مقدمہ مارشل لا کی سپیشل ملٹری کورٹ میں بڑی عجلت کے ساتھ چلایا گیا کورٹ کے تین ممبران میں ایک سول مجسٹریٹ ایک ایسا شخص تھا جو میرے والد کے قتل میں ملوث تھا۔ کورٹ کے نوٹس میں یہ حقیقت لائی گئی لیکن بے سود۔ بالآخر مارشل لا اٹھائے جانے کے تین ماہ بعد مارچ ۱۹۸۶ء میں مارشل لا کورٹ نے ہم دونوں بھائیوں کو سزائے موت سنائی اور بقیہ پانچ دوست رہا کر دیئے گئے اور اس طرح ہم دونوں بھائیوں کو سزائے موت وارڈ کی کال کوٹھریوں میں منتقل کر دیا گیا۔ وسط دسمبر ۱۹۸۸ء تک کال کوٹھریوں میں رہے اور اس کے بعد پورے ملک میں سزائے موت کو عمر قید میں بدل دیا گیا عمر قید کا مطلب پچیس سال قید سخت کی سزا ہے۔ بالآخر کال کوٹھری سے نجات ملی اور دوبارہ زندگی نصیب ہوئی۔

جنوری ۱۹۸۹ء میں سرکاری طور پر B کلاس منظور ہونے پر BETTER کلاس مل گئی جہاں سارے جیل کے مقابلے میں بہتر سہولیات میسر ہیں۔ یہ مضمون اسی B کلاس میں بیٹھ کر تحریر کیا ہے۔ سندھ ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن سماعت کے لئے دو سال قبل منظور ہو چکی ہے لیکن باقاعدہ سماعت کی ابھی تک نوبت نہیں آئی۔

یہاں چند باتیں اپنے مختصر تعارف کے طور پر لکھنا چاہتا ہوں۔ خاکسار کی پیدائش ۱۹۳۶ء میں سکھر میں ہوئی۔ ساری تعلیم صوبہ سندھ میں حاصل کی۔ خاکسار ایم اے انگریزی ادب میں ہے اس کے علاوہ ٹرپل گریجویٹ بھی ہے یعنی B.S.C، B.T، LLB۔ محکمہ تعلیم سے ۱۹۵۶ء سے منسلک ہوا اور گرفتاری سے قبل سکھر کے گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میں اسسٹنٹ پروفیسر تھا اور ۲۹ سال ملازمت پوری کر چکا تھا۔ اس کے علاوہ ڈیپوٹیشن پر اضلاع لاڑکانہ، دادو اور نواب شاہ میں ایجوکیشن آفیسر رہا۔ سروس کے دوران خاکسار پر متعدد قسم کے جھوٹے کیس وغیرہ بنائے گئے لیکن یہ احمدیت کی برکت ہی تھی کہ ہر محاذ پر بدخواہوں کو ذلت اور شکست اٹھانی پڑی۔

خاکسار کے چھ لڑکے اور دو جڑواں بیٹیاں ہیں۔ بڑے لڑکے کی عمر ۳۰ سال ہے اور سب سے چھوٹا بچہ ۱۲ سال کا ہے۔ بیٹیاں ایف اے کا امتحان دے

رہی ہیں۔ یہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے جو انتہائی محبت اور پیار کا سلوک روا رکھے ہوئے ہیں کم و بیش ڈیڑھ سو کے قریب بڑے بڑے پیارے خطوط آج تک اس خاکسار کو تحریر فرما چکے ہیں۔ ۱۹۸۹ء جنوری میں خاکسار کو حکومت سندھ نے ایک ہفتہ کے لئے پیرول پر رہا کر دیا تاکہ اپنے بڑے لڑکے کی شادی میں شرکت کر سکوں۔ کراچی ہی میں پیرول کے دوران حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار سے براہ راست فون پر بات کرنے کے لئے امیر جماعت احمدیہ کراچی سے خواہش کا اظہار فرمایا اور یوں براہ راست فون پر حضور سے بات کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور اقدس نے لڑکے کی شادی کی مبارک باد دی اور ڈھیروں دعائیں دیں۔

پھر حکومت سندھ نے ایک خاص آرڈر کے تحت خاکسار کو جیل میں ٹیلی ویژن رکھنے کی اجازت دی اپنا ٹیلی ویژن خرید کر کمرے میں رکھا اور آج تک موجود ہے۔ سارے سندھ میں خاکسار واحد شخص تھا جس کو جیل میں ٹی وی رکھنے کی سہولت ملی۔ یہ خاص اجازت اس لئے دی گئی کہ جب ۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء کو سنٹرل جیل سکھر کا سزائے موت کا وارڈ ٹوٹا اور حملہ آور تمام سزائے موت کے قیدیوں کو بھگا کر لے گئے۔ صرف ہم دونوں احمدی ہی تھے جو نہ بھاگے بلکہ قانون کا احترام کیا اور خدائی تقدیر پر شاکر رہے۔

انسان بنیادی طور پر آزاد پیدا ہوتا ہے اور اسے قید میں رکھنا انتہائی سنگین نوعیت کی سزا ہے اور پھر سزائے موت تو ایک ایسا نفسیاتی مرحلہ ہوتا ہے کہ اپنے ذہن کو بکھرنے سے بچانے کے لئے بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے بڑے بڑے حوصلہ مند لڑکھڑا جاتے ہیں۔ بہر حال یہ بڑا اذیت ناک وقت ہوتا ہے۔ ہر وقت موت کا ڈر اور موت بھی ایسی بھیانک انداز میں کہ جس کا تصور کرتے ہی جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اچانک بتائے بغیر انسان مارا جائے تو اتنی اذیت محسوس نہیں ہوتی لیکن جب دن اور وقت کا تعین ہو جائے اور ہر آنے والا لمحہ تختہ دار کی طرف لے جا رہا ہو تو ذہن کو قابو میں رکھنا بڑے دل گردے کا کام ہے ہمیں یہ حوصلہ کیسے نصیب ہوا اس کا سارا کریڈٹ میرے آقا و مرشد حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو جاتا ہے۔ خدا کی قسم آپ نے جس خلوص اور محبت سے ہمیں بکھرنے سے بچا لیا اس خلوص کی جھلک کے مختلف انداز جو حضور اقدس کے خطوط سے لئے گئے ہیں ذیل میں درج کرنا مناسب خیال کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

● "... میرے پیارے بھائیو! آپ مجھے بے حد عزیز ہیں اور آپ کا غم ہر لمحہ میرے دل میں جاں گزیں ہے اگرچہ جانتا ہوں کہ اگر خدا کی تقدیر آپ کو ایک عظیم شہادت کا جذبہ عطا کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے تو یہ ایک سعادت ہے جو قیامت تک آپ کا نام دین و دنیا میں روشن رکھے گی اور آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کوئی نہیں جو آپ کو مار سکے قیامت تک آنے والی نسلیں آپ کے ذکر پر روتے ہوئے اور تڑپتے ہوئے آپ کے لئے دعائیں کیا کریں گی اور حسرت کیا کریں گی کہ کاش آپ کی جگہ وہ ہوتے۔

میرا اپنے دل کا یہ حال ہے کہ آپ کے گذشتہ خط کو پڑھ کر جس میں اپنی اور اپنے بچوں کی دل گداز حالت کا دردناک بیان تھا میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو یہ معلوم کر کے میرا دل حمد اور شکر سے بھر گیا کہ اگر آپ کو بچانے کے لئے مجھے تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا تو میں بخوشی اپنے آپ کو اس کے لئے تیار پاتا۔۔۔" (۱۱/۳/۱۹۸۶ء)

پھر فرماتے ہیں۔

● "... میرے پیارے عزیزم ناصر! آپ جانتے ہی ہیں کہ محبت جب عقل و ذہن کو مغلوب کر لیتی ہے تو ایک پختہ کار انسان بھی بچوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے یہی حال میرا ہوا جب میں نے آپ کا زندگی کی کوٹھری سے لکھا ہوا خط دیکھا بے اختیار اُسے چوما اس کی پیشانی کے بوسے لئے اور اُسے سر آنکھوں سے لگا کر ایک عجیب روحانی تسکین حاصل کی اور یہ دعا کی کہ اللہ! میرے پیارے ناصر اور رفیع کی قربانیوں کو قبول فرما اور انہیں موت کی تنگ راہ سے گزارے بغیر ابدالآباد کی زندگی عطا فرما اور اسی دنیا میں انہیں اہل بقا میں شمار فرما لے اور مجھے یہ خیر کی بھیک عطا کر کہ میں انہیں اپنے سینہ لگا کر ان کی پیشانی کو بوسہ دوں اور اپنے دل کی پیاس بجھاؤں ...." (۳۱/۳/۸۶)

حضور اقدس کا انداز ملاحظہ فرمائیں۔

● "... آپ بھی یہ بات یاد رکھیں کہ میرے مسیح موعودؑ کی جماعت بے وفاؤں کی جماعت نہیں آپ کے بندِ غم نے تو ہزاروں کو اسیر بنا رکھا ہے بہت ہیں کہ آپ کی اسیری کا خیال اُن کی خوشیوں سے زکوٰۃ لیتا ہے اور اپنی آزادی انہیں جرم دکھائی دینے لگتی ہے، ان مجبوریوں کو فراموشی کا دوش تو نہ دیں...." (۲۶/۱/۹۱)

سینکڑوں خطوط میں سے دو تین اقتباسات پیش کر کے مزید یہ کہنے پر فخر محسوس کروں گا کہ حضور اقدس ہر عید پر ہمیں اور ہمارے بچوں کو مٹھائی اور پھلوں کا تحفہ بھیجتے ہیں۔ بچوں کے لئے سو روپیہ فی کس عیدی باقاعدگی سے عطا کرتے ہیں۔ عید الاضحیٰ پر قربانی کے لئے جانور حضور اقدس کی طرف سے دیا جاتا ہے یا رقم خریدنے کیلئے عطا کی جاتی ہے۔ خاکسار کو تین عدد قلم حضور اقدس نے اپنے ذاتی استعمال میں لائے گئے

باقی صـ۲۲ پر

مربی سلسلہ محترم محمد الیاس منیر کی روح پرور

داستان اسیری

مرسلہ: محمد اسمٰعیل منیر

اسیر راہ مولیٰ محمد الیاس صاحب منیر مربی سلسلہ ساہیوال ابن مکرم محمد اسمٰعیل صاحب منیر سیکرٹری حدیقۃ المبشرین ربوہ ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۸۴ء کو مسجد احمدیہ ساہیوال میں کلمہ کی حفاظت کے جرم میں قید ہوئے۔

۱۹۸۵ء میں ان برادران کے چھ ساتھیوں پر ملتان میں ملٹری کورٹ نمبر ۲۶ کے چیئرمین کرنل منیر محمود نے اپنے دو ساتھیوں سمیت مقدمہ کی سماعت شروع کی اور جون ۱۹۸۵ء میں فیصلہ لکھا اور ان کے لئے بھی سزائے موت تجویز کی حالانکہ یہ تو موقعہ واردات پر موجود ہی نہ تھے اپنے کوارٹر میں نماز تہجد کے بعد اپنے چھوٹے بچے کو بہلا رہے تھے تا اس کی امی نفل ادا کر لے۔

اکتوبر ۱۹۸۵ء کو جنرل غلام جیلانی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون A (گورنر پنجاب) نے اس حکمنامہ پر نظر ثانی کرنے کا حکم دیا اور لکھا کہ یہ مقدمہ دفعہ نمبر ۳۰۲ کی بجائے دفعہ نمبر ۳۰۴ (دفاع میں اقدام قتل) کا ہے اس لئے کورٹ اس پر دوبارہ غور کرے اور مشکوک شہادتوں پر جو سزا تجویز کی گئی ہے وہ کم کر کے قانون کے مطابق سزا تجویز کی جائے۔ مگر خلاف توقع ۱۶ ر فروری ۱۹۸۶ء کو ڈپٹی کمشنر صاحب نے سنٹرل جیل ساہیوال میں آکر مکرم محمد الیاس صاحب منیر کو سزائے موت کا حکم ہی سنایا جس پر ان کے تاثرات یوں رقم ہوئے ہیں۔

"میں جب مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا تو میرے ارد گرد نمبردار کھڑے تھے۔ اس مجسٹریٹ نے میرا نام پتہ پوچھا اور تصدیق کی کہ واقعی میں وہی ہوں جو انہیں یہاں مطلوب ہوں۔ اس کے بعد کہنے لگے۔

'تمہیں ملٹری کورٹ نے موت کی سزا سنائی ہے'۔

اس نے ابھی فقرہ مکمل نہ کیا تھا کہ میں جو بے یقینی کے عالم میں تھا پوری طرح قائم ہو گیا۔ میں نے کہا بہت اچھا اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ

'تمہیں دس ہزار روپیہ جرمانہ بھی کیا گیا ہے جو تم مرنے والوں کے ورثاء کو ادا کرو گے۔ تم اس فیصلہ پر رحم کی اپیل ۳۰ دن کے اندر اندر صدر پاکستان کو کر سکتے ہو'۔

اس کی بات ختم ہوئی تو میری زبان پر الحمد للہ کا ورد جاری ہو گیا۔ یہ چند لمحات میرے لئے ایسے عجیب تھے کہ میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا میرے جسم میں ایسی لہر دوڑ گئی کہ مکمل سکون ہو گیا اور میرے ذہن پر یہ خیال چھا گیا کہ یہ میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ میرے جسم کا ذرہ ذرہ اور میرے ذہن کا خلیہ خلیہ جانتا تھا کہ یہ سزا سراسر غلط ہے۔ یہ فیصلہ سراسر بہیمیت ہے۔ اس وجہ سے مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پروا محسوس نہ ہوئی بلکہ میری کیفیت کسی شاعر کے مطابق یہ تھی ؎

تجھ کو ظالم میرے ناکردہ گناہوں کی قسم
اور بھی دے دے اگر اور سزا باقی ہے

...... ۱۵ ر فروری ۱۹۸۷ء کو ان کی نظر ثانی کی درخواست کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے رد کرتے ہوئے اپنے دستخطوں سے جیل کو حکمنامہ بھجوا دیا تا جلدی سزائے موت کی تکمیل ہو جائے مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

قید کے دن

"پندرہ دن ہم نے حوالات میں خدا خدا کر کے گزارے کبھی زندگی بھر چلنے پھرنے کے لحاظ سے اتنے محدود نہ ہوئے تھے۔ ہر روز بیشمار سائیکل چلانا چلنا پھرنا اور ایک دم بالکل ہی چند گزوں تک اپنی زندگی کے تمام معمولات محدود ہو کر رہ گئے۔ اس لحاظ سے بڑا عجیب اور مشکل تجربہ تھا پھر اس پر مستزاد حوالات کی لیٹرین، گند اور بدبو اور حوالات کے باہر تھانہ کے اندر پولیس کے کیا افسران اور کیا ماتحت عملہ کے موہنوں سے بکا جانے والا گند بات بات پر دو دو من کی گالیاں۔ ایسی گالیاں آج تک نہ سنی تھیں۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے انتہائی مشکل میں وقت گزرا۔ پانی محدود تھا۔ دن میں صرف ایک دفعہ منہ دھونے کا موقع ملتا اور پانچوں وقت تیمم سے کام چلاتے اور سلاخوں کے درمیان سے کھانا پکڑ کر کھاتے گویا ہماری بالکل وہی کیفیت تھی جو کسی شاعر نے بیان کی ہے ؎

زندہ رکھا مگر زندگی چھین لی
بے خطا تو نے میری خوشی چھین لی
چپ کہاں تک رہوں صاف کیوں نہ کہوں
میری خوشیوں سے تو جل گیا

لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہمیں اپنے مولا کی طرف سے ہر حالت پر خوش رہنے کی توفیق بھی ملی۔ ہمیں کوئی افسوس نہیں تھا اور ہوتا بھی کیوں؟ جبکہ ہمارا ضمیر بالکل مطمئن تھا بالکل صاف تھا۔

ہتھکڑی

یہ میری زندگی کا سب سے پہلا واقعہ تھا بلکہ ہم میں سے ہر ایک کا کہ ہمارے ہاتھوں کو دین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیور پہننا نصیب ہوا۔ گو اس سے پہلے ہتھکڑی کا تصور کبھی نہ کیا تھا اور مطابق دستور اسے ہم بُرا سمجھتے تھے مگر اب ایسا کوئی احساس نہ تھا بلکہ بڑے خوش ہو کر (کم از کم میں نے) ہتھکڑی لگوائی۔ زندگی کا یہ پہلا تجربہ بڑا خوشگوار محسوس ہوا۔ ہماری زبانیں اُس وقت بڑی تیزی سے اس دُعا کا ورد کر رہی تھیں۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ہمیں یقین تھا کہ اب ہمیں یہ جس جگہ لے جا رہے ہیں وہاں پر ہم پر تشدد سے یا اور ذرائع سے تفتیش کریں گے۔ ہم اپنے جسموں کو تشدد کے لئے بالکل تیار کئے ہوئے تھے۔ اس لئے ہماری بس یہی دعا تھی کہ خدا ہمیں استقامت دے اور بشاشت کے ساتھ ہر نوع کے تشدد کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔

بیڑیاں

ایک لوہار صاحب بیڑیاں اور اپنے اوزار اٹھائے یہاں آ گئے اور بیڑیوں کو تیار کر کے ہمیں بلایا۔ سب سے پہلے خدا کے فضل سے میں آگے ہوا اور میرے پاؤں بیڑیوں سے جکڑ دیے گئے لیکن خدا کی قسم عجیب لطف و سرور محسوس ہوا۔

حضرت سیّد عبداللطیف صاحب شہیدؓ یاد آ گئے۔ میرا بیڑی کے متعلق پرانا یہ تاثر تھا دیکھی تو نہ تھی کہ اسے کمر میں بھی Fix کرتے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے جب لوہار میرے پیروں میں اُسے Fix کر چکا تو میں نے کہا اوپر! تو کہنے لگا نہیں اوپر تو کچھ نہیں کرتے۔ چنانچہ اُس وقت مجھے بہت حد تک تسلی ہوئی کہ چلو اُٹھ بیٹھ تو سکیں گے۔

۱۸ فروری ۱۹۸۷ء کو ہماری رٹ پر لاہور ہائی کورٹ کے دو ججوں فضل کریم صاحب لون اور مرزا محمود احمد صاحب نے سزائے موت کے خلاف STAY ORDER دے دیا جس کی مفصل رپورٹ کراچی کے اخبار DAWN ۱۹ فروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی کہ کس طرح احمدیہ مسجد ساہیوال پر حملہ کرنے والے تیس پینتیس غنڈے مولویوں کو تو آزاد کتوں کی طرح بھونکنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے اور اپنا دفاع کرنے والوں جن کو دنیا کا ہر قانون بھی تحفظ دیتا ہے سزائے موت دی جا رہی ہے۔ صرف مذہبی تعصب اور عناد کی بنیاد پر جنرل ضیاء الحق نے بار بار اعلان کیا کہ ساہیوال کے احمدیوں کو بہر حال سزا دی جائے گی جس پر دنیا نے ایک بار پھر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الہام

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ

کو کمال شان سے پورا ہوتے دیکھا کہ دشمن احمدیت جو جماعت احمدیہ کو CANCER قرار دے کر اُسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا اعلان لندن کی تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں کروا چکا تھا، خود حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اعلان مباہلہ مجریہ ۱۰ جون ۱۹۸۸ء کا نشانہ بن گیا اور ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو بہاولپور کے آسمانوں میں اس کا محفوظ ترین ہوائی جہاز ۱۳۰ ۔ C اس کے اور اس کے تیس اہم ترین ساتھیوں سمیت آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا اور آج تک دنیا ع

"کل چلی تھی جو لیکھو پے تیغ دعا آج بھی اِذن ہو گا تو چل جائے گی!!"

کا نظارہ مشاہدہ کر رہی ہے اور ابھی تک اس حادثہ کی وجہ کا بھی پتہ نہیں چل رہا۔

پھر دسمبر ۱۹۸۸ء میں پاکستانی جیلوں نے صداقت احمدیت کا ایک اور نشان دیکھا کہ ہمارے چار قیدیوں کے ساتھ دو ہزار سے زائد سزائے موت کے منتظر قیدیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک عاجز بندے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعا ع

اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا موت آ بھی گئی تو ٹل جائے گی

کو قبول فرماتے ہوئے موت کی کال کوٹھریوں سے نکال دیا گیا۔

تازہ ترین قانونی صورت حال یہ ہے کہ ہماری رٹ جو ۱۸ فروری ۱۹۸۷ء کو لاہور ہائی کورٹ میں سماعت کے لئے منظور ہوئی تھی۔ سپریم کورٹ کے حکم کے مطابق ہائی کورٹ کے ایک خصوصی ڈویژنل بنچ نے سماعت شروع کرنی ہے۔ مگر چار سال گزرنے پر بھی سماعت شروع نہیں ہو سکی۔ حالانکہ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دوسری ہیومن رائٹس ایسوسی ایشنوں نے دنیا بھر سے اپیلیں کی ہیں۔ بظاہر حالات حکومت پاکستان اور ہائی کورٹ کے جلدی فیصلے کے نہیں لگتے۔ مگر دعاؤں کے نتیجہ میں معجزالزنشان ہم ضرور دیکھیں گے کہ ع

"قادر وہ بارگاہ ٹوٹا کام بنادے"

سات سال جیل میں گزارنے کافی مشکل ہیں (اور ابھی آئندہ کا کچھ پتہ نہیں) تاہم اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے مکرم محمد الیاس صاحب منیر کو ۱۹۸۴ء میں یوں دے دی تھی یعنی قید کی ابتداء میں ہی۔

"ایک خاص بات ان ایام کی یہ ہے کہ اس دوران طبیعت میں شدید ہیجان رہا کہ مولیٰ یہ کیا ہو رہا ہے ہم نے آخر کیا قصور کیا ہے۔ اس طرح حضرت نواب

مبارکہ بیگم صاحبہ کا یہ شعر بڑی کثرت سے وردِ زبان رہا کہ ؎

مولیٰ سموم غم کے تھپیڑے پنہ پنہ
اب انتظام دفع بلیات چاہیئے

علاوہ ازیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کے الفاظ میں بڑی زور اور کثرت سے دعا کی کہ ؎

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

ایک روز مغرب کی نماز کے دوران سجدہ میں "جلدی" کے مفہوم پر مشتمل بڑے جوش سے دعا کر رہا تھا اور سارے جسم میں سخت ارتعاش تھا اور بڑا جوش تھا کہ اچانک میرے دل کے ساتھ لَا تَسْتَعْجِلُوا لَا تَسْتَعْجِلُوا کے الفاظ بڑی تیزی کے ساتھ ٹکرائے اور ایک دم میرے جسم پر سکتہ طاری ہو گیا سارے جسم میں ٹھہراؤ آ گیا اور یہ میری دل کی آواز تھی یا میرے خیالات کے برعکس صورت تھی جو خدا نے میرے سمجھانے کے لئے پیدا کی میری زندگی میں ایسا پہلی مرتبہ ہوا میں نے بالکل پُر سکون ہو کر نماز پڑھی اور وہ دن اور آج کا دن میں نے "جلدی" کے الفاظ اور اس کے مفہوم سے حتی المقدور پوری پوری احتیاط کی ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اُس کے بعد یہی کہا ہے کہ جلدی طلب نہ کرو اور اپنی دعاؤں سے جلدی کے الفاظ نکال دو یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اعقل کل ہے وہ حکمت بالغہ کا مالک ہے اور ہم نادان جاہل بندے اُس کی مصلحتوں اور اُس کی قدرتوں کو کیا سمجھیں۔ انہوں نے ہماری بھلائی اور ترقی کا جو منصوبہ سوچ رکھا ہے وہ ہمارے لئے انتہائی مفید ہونے کے ساتھ ساتھ نامعلوم کتنا طویل ہے اس لئے ہمیں اُس کے منصوبوں میں دخل نہیں دینا چاہیئے بلکہ عاجزی کے ساتھ اور پوری فرمانبرداری کے ساتھ اپنے عہدِ وفا کو نباہتے چلے جانا چاہیئے۔

اسی طرح جیل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی اور آنے والے حالات نے ثابت کر دکھایا کہ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے "

آپ نے اپنی ڈائری ماہ دسمبر ۱۹۸۵ء میں جو لکھا عین اُس کے مطابق سانپ (دشمن) نے آپ کو دو دفعہ ڈسا پہلی مرتبہ ۱۹ر فروری ۱۹۸۶ء کو جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان کا حکم سزائے موت کا سنایا گیا ہے اور دوسری مرتبہ ۱۵ر فروری ۱۹۸۷ء کو جنرل ضیاء الحق نے نظر ثانی کی درخواست کو مسترد کر کے جیل والوں کو سیدھا ہی حکمانہ بھجوا دیا تا سزائے موت پر عمل درآمد ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسیران کو محفوظ رکھا مگر ان کا دشمن ۱۷ر اگست ۱۹۸۸ء کو خواب کے آخری حصہ کے مطابق زمین کی بجائے آسمان پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"دوسرے نمبر پر میری دو اور خوابیں ہیں جن میں میں نے دونوں مرتبہ سانپ کو اپنے پاؤں پر ڈستے دیکھا۔ پہلی خواب میں میں ایک کمرے میں اپنے آپ کو پاتا ہوں وہاں کمرے کے درمیان ایک چارپائی پر اُمی جان مرحومہ کو خاموش بیٹھے ہوئے دیکھتا ہوں اور اُسی چارپائی پر بستروں وغیرہ کا ڈھیر بھی لگا ہوا ہے اس کمرے کی دیوار میں دو الماریاں ہیں اور ان میں برتن بھی سجے ہوئے ہیں ایک الماری میں سے ایک سانپ نکلتا ہے اور چھپکلی کی طرح دیوار پر رینگتا ہوا نظر آتا ہے وہاں اللہ دتہ نمبردار بھی اپنی سرخ ٹوپی میں موجود ہوتا ہے وہ ایک ڈنڈا لے کر سانپ کی طرف بڑھتا ہے تو سانپ اِدھر اُدھر ہونے کے بعد اُڑ کر چارپائی پر آتا ہے اور پھر بڑی پھرتی اور تیزی سے میرے دائیں پاؤں کے تلوے کے بالکل درمیان میں ڈنگ مار کر قریباً اڑتا ہوا کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔ آنکھ کھلتی ہے تو ذہن پر بڑا اثر محسوس ہوتا ہے اور پھر ایک روز خواب میں دیکھا کہ میں فضل عمر ہسپتال ربوہ کے سامنے سڑک کے کنارے پر کھڑا ہوں ایک سانپ آتا ہے میں وہاں لگے ہوئے پرانے سفیدے کے درخت پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر وہ اسی دوران میرے دائیں پاؤں کی چھنگلی پر ڈس کر سڑک پار کر کے بجلی کے کھمبے کے ذریعہ اوپر چڑھنے لگتا ہے میں اُدھر سفیدے کے درخت پر پانچ سات فٹ کی بلندی پر کھڑا یہ منظر دیکھ رہا ہوتا ہوں۔ سانپ آہستہ آہستہ اوپر چڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ بجلی کے تاروں پر جا پہنچتا ہے اور پھر جب ایک تار سے دوسرے تار کو چھوتا ہے تو تڑاک کی آواز آتی ہے اور سانپ کے ٹکڑے ہو کر زمین پر آ رہے ہیں اور بالخصوص سڑک پر اُس کی تڑپتی دُم ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

نایاب تحفہ

سات سالوں سے پیارے آقا کی طرف سے نایاب تحفوں کی بارش ہوتی چلی جا رہی ہے جو حیرت انگیز اثر پیدا کرتے ہیں جیسا کہ محمد الیاس صاحب منیر لکھتے ہیں۔

" جب حضور کے خطوط ہمیں ملتے تو قلب و روح اور دل و دماغ کے علاوہ جسم میں بھی بے پناہ قوت اور توانائی کا احساس ہوتا۔ چنانچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۳ر جنوری ۱۹۸۵ء کو سب سے پہلے مجھے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا اپنے دست مبارک سے لکھا ہوا دردناک خط موصول ہوا۔ حضور کا یہ نامہ مبارک پڑھ کر طبیعت میں بے تحاشا اضطراب پیدا ہو گیا اور اس خط کی سطور میں اُس کے الفاظ اور حروف میں پیارے آقا کی چھپی ہوئی جو تصویر نظر آئی اور آپ کے جذبات کی جو لہریں موجزن نظر آئیں، آپ کے تڑپتے اور ہنڈیا کی طرح ابلنے کی جو آوازیں سنائی دیں انہوں نے بُری طرح

بے چین کر کے رکھ دیا اور جسمانی لحاظ سے بھی جسم میں گردش کرتے ہوئے خون میں غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان تصوّرات کی وجہ سے اس رات باوجود کوشش کے نیند قریب آنے کا نام نہ لیتی تھی لعد باوجود جنوری کے جاڑے کے گرمی محسوس ہوتی رہی۔ میرے تو کبھی تصوّر میں بھی نہ آیا تھا کہ میں اس لائق ٹھہروں گا کہ خلیفۂ وقت اپنے قیمتی ترین لمحات میں سے وقت نکال کر خاص طور پر مجھے اس قسم کے خطوط سے نوازیں گے۔ ڈھیروں ڈھیر نہایت درجہ پُر درد اور پُرسوز دعاؤں سے نوازیں گے حضور اقدس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"بعض اوقات اس درد کے ساتھ دل سے دُعا نکلتی ہے کہ یقین
نہیں آتا کہ رحمت باری اسے ٹھکرا سکے گی"!

ایک آخری التجا

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ہر سال متعدد مرتبہ جلسہ سالانہ کا موقع ہو یا عید کا یا کوئی اور اہم موقع ہو اسیرانِ راہ مولیٰ کا ذکر فرماتے ہیں اور ایسے پیار سے کہ آپ کے الفاظ سن کر حاضرین تڑپ اٹھتے ہیں۔ مثلاً حضرت اقدس امام جماعت احمدیہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ جون ۱۹۸۷ء میں اسیران راہ مولیٰ کے حالات بتاتے ہوئے تحریک فرمائی تھی کہ ان کو دعاؤں میں یاد رکھنا ہمارا فرض ہے۔ ان کے ذکر کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔ اپنی محافل میں بھی اپنے دیگر مشاغل میں بھی ذکر کے ذریعے ان کو زندہ رکھیں اور دعاؤں کے ذریعہ ان کی مدد کرتے رہیں کیونکہ وہ ہم سب کا فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ ہم سب کا بوجھ اٹھا رہے ہیں اللہ ان کی مدد فرمائے اور ان کی مشکلات کو جلد تر دور فرمائے اور ان کے لواحقین کا بھی حافظ و ناصر ہو آمین ثم آمین۔

مختصر سوانح

مکرمی محمد الیاس صاحب منیر اگست ۱۹۵۷ء میں کولمبو (سری لنکا) میں ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب کے نرسنگ ہوم میں پیدا ہوئے جبکہ وہاں ہماری مخالفت زوروں پر تھی اور حفاظت کی خاطر اسے اپنی امی مبارکہ نسرین صاحبہ کے ساتھ ایک مخلص احمدی دوست ایم۔ کے میراں شاہ کے گھر مقیم ہونا پڑا۔

۱۹۷۴ء میں میٹرک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دعاؤں سے اپنے سکول بلکہ ضلع بھر میں اول آیا اور جامعہ احمدیہ میں داخل ہو کر بھی ہر سال اوّل آتا رہا جامعہ احمدیہ کے آخری سالوں میں ماہنامہ "خالد" کا مدیر بھی رہا اور ۱۹۸۰ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ امریکہ پر خاص نمبر نکالا جو ہر لحاظ سے پسند کیا گیا۔

میدان عمل میں اسے تخت ہزارہ ضلع سرگودہا کا مربی بننے کا شرف حاصل ہوا جہاں قریبی گاؤں نصیر پور میں نئی جماعت کے قیام پر نئی مسجد کی بنیاد ہمارے موجودہ امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے رکھوائی۔ درمیان میں سال بھر الفضل میں نائب مدیر کے طور پر کام کرنے کا موقع ملا پھر ان کی تبدیلی ساہیوال ہو گئی جہاں ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو یہ واقعہ پیش آیا۔

بقیہ صفحہ ۱۴ سے

عطا کئے ہیں۔ بسا اوقات ٹافیوں کے بڑے بڑے ڈبے عطا فرماتے ہیں۔ حضور کی انہی عنایات کی بدولت ابتلا کا یہ تلخ اور صبر آزما دور بڑے سکون سے گزارنے کی توفیق عطا ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ بعض مخلص دوست خط و کتابت کا سلسلہ قائم رکھے ہوئے ہیں اور حوصلہ بڑھانے میں ان کا بڑا حصّہ ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں اپنے ایک نہایت ہی مخلص اور پیارے دوست ریٹائرڈ میجر منظور احمد صاحب کی بھیجی گئی طویل نظم "اسیرانِ راہ مولیٰ" سے ایک بند پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے اس مختصر داستان کو ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اس ہتھکڑی کو ہاتھوں کی میں آبرُو کہوں
خونِ جگر کو مُشک کہوں مُشک بُو کہوں
اِن آنسوؤں کو یار سے اک گفتگو کہوں
شُکرِ خُدا ادا کروں "لاتقنطوا" کہوں
ظلمت اندھیری شب کی چراغاں لگے مجھے
جیلر کی چاپ آمدِ جاناں لگے مجھے

خدا حافظ

چہ خوش رخے کہ گرفتار اُو رہا باشد

کیا ہی حسین چہرہ ہے جس کا قیدی آزاد ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہامی مصرعہ

رہا گوسفندانِ عالی جناب

بارگاہِ عالی کی بکریاں رہا ہو گئیں

(بدر ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

محمد ہارون عیسیٰ کی یاد میں

(مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب۔ واشنگٹن)

؎ آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ کلیوں کا کھل کھلانا

دنیا کے اس باغ میں بہت سے گل کھلتے ہیں جہاں
بہت سے خوبصورت پرندے بھی ملتے ہیں ان پرندوں
میں ایک بہت خوب سیرت پرندے کا نام محمد ہارون
عیسیٰ تھا جو حال ہی میں اس دنیا سے اُڑ کر ایک اور
باغ کی زینت ہو گیا ہے۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔

ہارون بھائی امریکہ اور خصوصاً واشنگٹن میں
کئی برس رہے۔ کم ہی لوگ ہونگے جن سے انکی دوستی
نہ ہو گی۔ وہ محفل کی رونق تھے۔ جن سے دوستی کرتے
لگی کرتے تھے ان کے گھر جانا آسان تھا مگر آنا
دشوار ہوتا تھا کیونکہ بقول ان کے "آپ آئے
اپنی مرضی سے ہیں مگر جائیں گے ہماری مرضی سے"

پہلی ملاقات اُن سے مسجد فضل واشنگٹن میں
ہوئی۔ امیر صاحب کے کمرے میں انگیٹھی کے پاس بیٹھے
ہوئے مجھ سے پوچھنے لگے "تم کیا کرتے ہو" یہ تو خاکسار
کو بھی نہیں معلوم تھا جس نے جلدی سے کہدیا۔ پڑھتا
ہوں اور TUITION میں EPA کمانے کیلئے
Database ایڈمنسٹریٹر کے عہدہ پر کام کرتا
ہوں۔ بڑے خوش ہوئے اور Computer Field
اور عہدے کی اہمیت بتائی پھر مسلمانوں کی Science
میں ترقیات کا ذکر کیا اور الخوارزمی کا بتایا
پھر تلقین کی کہ جماعت کو جلدی کمپیوٹر کی
ضرورت ہو گی تم یہاں مدد کر سکتے ہو ان دنوں
جمعہ کی نماز پر دس سے زیادہ لوگ نہیں ہوتے
تھے۔ نادانی کی عمر میں ذہن ایک اور دنیا
کی گردش کرتا ہے انکی باتیں دلچسپ تو
تھیں مگر سالوں بعد ہی سمجھ میں آئیں۔

طالب علمی کے دور میں علم کی طلب کم ہوتی ہے
بھوک کی شدت زیادہ ہوتی ہے۔ حقیقتاً تو ہارون
بھائی ایک بادشاہ کا دل رکھتے تھے اکثر بلا لیتے
اور کھانے کے ساتھ لیکچر بھی دیتے ہنستے بھی
اور ڈانٹتے بھی۔ ہمارے بڑے بھائی تھے اور یہ
تعلق طالب علمی کیا شادی کے بعد بھی رہا۔ کبھی

کبھی ناراض بھی ہوتے تو ہماری پنجابی طبیعت یہ کہتی

خناں دے رسے رہندے ۔ سجن خناں دے غصے رہندے

کی انہاں داں جیونا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دکھو قتول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے ۔

اور اس طرح راضی بھی ہو جاتے بس اگلے دن کی بات

ہے غالباً رات کے دس بجے تھے مسجد فضل میں میں

کمپیوٹر پر کام کر رہا تھا کہ مشتاق ہمارو ی نے پوچھا

ہارون عیسیٰ کا کیا حال ہے ۔ میں کام میں مگن تھا

زیادہ توجہ نہ دی تو ہمارو ی صاحب دوبارہ کہنے لگے ۔

وہ بندہ بے زرر تھا مظلوم کی خاطر کھڑا ہو جاتا تھا

انہوں نے یہ کہا ہی تو میرا کام رک گیا اس دن کی یاد

آ گئی جب ان سے ملے ۔ ہمارو ی صاحب پھر کہنے لگے

ان کا پتہ تو لو وہ کمپیوٹر کے بارے میں سن کر خوش

ہوں گے ۔

بس اس کے بعد بچے کی طرح میں ان کے پتہ

کی تلاش میں کبھی یہاں فون کرتا کبھی وہاں ۔

اس ہی جوش میں ایک خط تیار کیا اور ہمارو ی

صاحب کو پڑھایا ۔ ہارون بھائی مجھے ویسے بھی

"نا بالغ" کہتے تھے ۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ خط ملنے سے پہلے

ہی وہ روانہ ہو جائیں گے ۔

آج ہمارو ی صاحب نے بری خبر کی اطلاع دی

تو کوئی کام نہ کر سکا کبھی اسکو فون کرتا کبھی کسی تو

معزز خالد سے بات ہوئی تو کہنے لگے میں اگلے مہینے

پاکستان جا رہا تھا ان سے ملنے کا خیال تھا اور

میرے ذہن میں بھی یہ بات تھی

ع یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا

ہارون بھائی بہت زندہ دل تھے ۔ ہنستے مسکراتے

اور مذاق اکثر کرتے ۔ ہم سادہ پنجابیوں کا پنجابی میں

ہی مذاق اڑاتے تو اپنے پیارے دوست کو ہم بھی پنجابی

میں ہی میاں محمد بخش کی زبان میں خراج تحسین

دیں گے ۔

سدا نہ باغیں بلبل بولے سدا نہ باغ بہاراں

سدا نہ ماپے حسن جوانی سدا نہ صحبت یاراں

ستمبر کے مہینے میں اس بلبل کے اڑنے سے پتہ

لگتا ہے کہ اس موسم کو خزاں کیوں کہتے ہیں اور اس

پیارے پرندے کو ہم پنجابی میں ہی کہیں گے ۔

لے ہاں یار حوالے رب دے میلے اے چار دناں دے

اس دن عیدی مبارک جس دن فیر ملاں گے

ـــ ٥ ـــ

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے

لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

(درّثمین)

النور

امریکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لنڈن

Private Secretary
to
Hazrat Khalifatul Masih IV

Date 7.8.91

مکرم ایڈیٹر صاحب النور - امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حسب ارشاد درج ذیل اعلان ارسال ہے۔ براہ کرم اسے شائع کر کے ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ضروری اعلان

"پشتو زبان میں ـــ ظہور امام مہدی، وفات مسیح، ختم نبوت، صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ـــ جیسے اہم مواضیع پر آڈیو کیسٹس دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ حضور انور کی بعض مجالس سوال وجواب اور اعتقادی مسائل پر حضور انور کی سیر حاصل تشریحات پر مشتمل بعض آڈیو کیسٹس بھی موجود ہیں۔ جن کو ضرورت ہو وہ اپنی ڈیمانڈ اپنے اپنے مشنوں کو دیں اور پھر ہر مشن احباب کی ڈیمانڈ اور اپنی مزید ضرورت کے مطابق یہاں آرڈرز بھجوائیں تاکہ اس کے مطابق پھر کیسٹس یہاں سے بھجوا دی جائیں"۔

بار بار یہ اعلان اخبارات و رسائل میں شائع کیا جائے۔

والسلام

خاکسار

نصیر احمد قمر